ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جنوری ۱۹۹۸ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

خدا تمہارے ساتھ ہے....!

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"تم خوش ہوا ور خوشی سے اُچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے اور آسمانی سکینت تم پر اُترے گی اور رُوح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہو گا اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سُنو اور چُپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو اور حتّی المقدور بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو تا آسمان پر تمہاری قبولیّت لکھی جاوے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور دل اُنکے خدا کے خوف سے پگھل جاتے ہیں انہیں کے ساتھ خدا ہوتا ہے اور وہ ان کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔ دُنیا صادق کو نہیں دیکھتی پر خدا جو علیم و خبیر ہے وہ صادق کو دیکھ لیتا ہے پس اپنے ہاتھ سے اسکو بچاتا ہے۔ کیا وہ شخص جو سچّے دِل سے تم سے پیار کرتا ہے اور سچ مُچ تمہارے لئے مرنے کو بھی تیار ہوتا ہے اور تمہارے منشاء کے موافق تمہاری اطاعت کرتا ہے اور تمہارے لئے سب کو چھوڑتا ہے کیا تم اس سے پیار نہیں کرتے؟ اور کیا تم اس کو سب سے عزیز نہیں سمجھتے؟ پس جبکہ تم انسان ہو کر پیار کے بدلہ میں پیار کرتے ہو پھر کیونکر خدا نہیں کرے گا۔ خُدا خوب جانتا ہے کہ واقعی اس کا وفادار دوست کون ہے اور کون غدّار اور دُنیا کو مقدّم رکھنے والا ہے۔ سو تم اگر ایسے وفادار ہو جاؤ گے تو تم میں اور تمہارے غیروں میں خُدا کا ہاتھ ایک فرق قائم کر کے دکھلائے گا۔"

(تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۸)

پبلشر:
پرنٹر:
مطبع:
مقامِ ا

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

صلح ۱۳۷۷ ہش

جنوری ۱۹۹۸ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس شمارہ میں

- اداریہ — صـ۲
- مجلس عاملہ انصار اللہ پاکستان — ۴
- قرارداد تعزیت مجلس انصار اللہ پاکستان — ۵
- امام الکلام — ۷
- کلام الامام — ۸
- عربی منظوم کلام — ۹
- فارسی منظوم کلام — ۱۰
- فرض کے گرنے سے ساری نمازیں گر جاتی ہیں۔ خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ — ۱۱
- تربیت اولاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات۔ — ۲۲
- امام وقت (نظم) — ۳۱
- سیاح نبی — ۳۳
- نصاب امتحانات انصار اللہ — ۴۱

جلد نمبر ——— ۳۹
شمارہ نمبر ——— ۱

شرح چندہ

پاکستان: ساٹھ روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ: چھ روپے

اداریہ

نیا سال اور انصار اللہ

نیا سال آتا ہے تو ہر شخص پیر و جوان، چھوٹا اور بڑا، ایک نئے عزم و ارادہ اور ولولہ و جوش سے اس کا استقبال کرتا ہے۔ اگر ایک طرف گزرے ہوئے لمحات پر نگاہ ہوتی ہے اور ان سے سبق سیکھا جاتا ہے تو دوسری طرف روشن مستقبل کی تعمیر و ترقی کے لئے عملی اقدامات کے ارادے باندھے جاتے ہیں۔ ایسے بہت کم لوگ ہوں گے جو اپنے ماضی سے صرفِ نظر کریں اور اس سے بے خبر ہوں کہ انہوں نے کیا کھویا کیا پایا اور پھر وہ اپنے آنے والے وقت کے لئے بھی کوئی پروگرام نہ رکھتے ہوں۔

اب کے ۱۹۹۸ء کا سورج طلوع ہوا تو یہ خدا کا فضل و عطا ہے ہر اس فرد پر جس کو صحت و سلامتی کے ساتھ نیا سال نصیب ہوا۔ عام طور پر نئے سال کی مبارکباد میں یہی پیغام ہوتا ہے جب رواجاً ایک دوست دوسرے دوست کو دیتا ہے اور اس کے لئے محبت و اخوت کے جذبات کا اظہار کرتا ہے اور انسانی ناطہ سے ہر انسان کے لئے یہ خواہش اور تمنا رکھتا ہے کہ وہ اس کا خیر خواہ ہے اور اس کا بھلا چاہتا ہے اور اپنے ربّ کریم سے بھی امید رکھتا ہے کہ اس کا آنے والا وقت باعثِ برکت ہو۔ پھر اس مبارکباد میں بلا امتیاز مذہب و ملت، رنگ و نسل کے اور بلا تفریق زبان، کلچر اور معاشرت کے تمام نوعِ انسان کے لئے محبت کا پیغام ہوتا ہے۔ یہی وہ آفاقی پیغام ہے جو ہمارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اور اسی پر دینِ فطرت کی بنیاد ہے اور اسلام کو بھی اسی وجہ سے اسلام کا نام دیا گیا کہ وہ سلامتی اور امن و محبت کا پیامبر ہے۔

دورِ حاضر میں امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام دینِ حق کے احیاء کے لئے مبعوث ہوئے تو آپ کا بھی منتہائے مقصود یہی ہے۔ آپ نے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتے ہوئے بیعت کی ایک اہم شرط یہی رکھی فرمایا

> "یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچائے گا۔"

یہی وہ بنیادی شرط ہے جس پر سلسلہ عالیہ احمدیہ کا روحانی نظام موقوف ہے۔ اِس شرط میں کمزوری آنے سے ایمان و ایقان میں ضعف پیدا ہونا یقینی امر ہے اور اس شرط پر پورے تعہد اور التزام سے عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں عقدِ اخوت مضبوط ہوتا ہے پھر اس محبت و اخوت کا ہی ثمر ہے کہ ہم اپنے ربّ کریم کی رضا کو پا لیں۔ حضرت اقدسؑ نے اِسی طرف توجہ دلاتے ہوئے یہ ہدایت فرمائی :-

"تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اُس کا مجھ میں حصہ نہیں۔" (کشتی نوح)

مجلس انصار اللہ کے لائحہ عمل کا مرکز و محور اور اس کی بنیادی رُوح نیز انسانیت اور مذہب کا خلاصہ "محبت اور ہمدردی" ہی ہے جس سے آج کی دُنیا تہی دامن ہے۔ انصار اللہ کا پروگرام تعلیم کا ہو یا تربیت کا، دعوتِ الی اللہ کا ہو یا ایثار کا تنظیمی امور ہوں یا مالی تحریکات، سب کا مقصد اور ماحصل "محبت" ہے۔ ایک طرف اپنے خالق کی محبت اور دوسری طرف مخلوق کی محبت۔ اِنہی محبتوں کے خمیر سے انسان بنتا ہے جو صفاتِ باری تعالیٰ کا آئینہ دار ٹھہرتا ہے۔

پس انصار اللہ کے لئے نیا سال کا پانا خدمتِ دین کا ایک اہم موقعہ ہے۔ زندگی کی ایک اور بہار آئی اور اَب کے تو نئے سال کی آمد نے رمضان المبارک کی ایک اور روحانی بہار بھی دکھا دی جس سے اِنفرادی اور قومی زندگی میں غیر معمولی تغیّرات برپا ہوتے ہیں۔ یہ ایک عظیم موقعہ ہے جس سے انصار اللہ اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر میدان میں مثالی کردار ادا کر سکتے ہیں اور اپنے پروگراموں پر عمل پیرا ہو کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی انصار کہلا سکتے ہیں۔ مگر یہ کام جان جوکھوں میں ڈالنے اور بے خوف و خطر ہو کر جنون و عشق سے ممکن ہے ؎

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی
جا لپٹ جا لہر سے دریا کی کچھ پرواہ نہ کر

اللہ کرے یہ نیا سال ہمارے لئے غیر معمولی ترقیات اور رفعتوں کا حامل ہو اور ہم بہت جلد ایک عظیم انقلاب سے ہمکنار ہوں اور دینِ حق کے غلبہ کی عید منائیں۔

ادارہ ماہنامہ انصار اللہ جملہ افرادِ جماعتِ احمدیہ عالمگیر کی خدمت میں

ھدیۂ عید مبارک

پیش کرتا ہے

اراکینِ خصوصی و اراکین مجلس عاملہ انصاراللہ پاکستان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے درج ذیل اراکینِ خصوصی اور اراکین مجلسِ عاملہ برائے سال ۱۹۹۸ء منظوری عطا فرمائی :-

اراکینِ خصوصی

۱۔ مکرم مرزا عبدالحق صاحب

۲۔ مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب

۳۔ مکرم شیخ محبوب عالم خالد صاحب

۴۔ مکرم حضرت میاں جان محمد صاحب

اراکینِ مجلسِ عاملہ

۱۔ مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب	نائب صدر اوّل
۲۔ " صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب	نائب صدر
۳۔ " ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی	نائب صدر
۴۔ " سیّد خالد احمد شاہ صاحب	نائب صدر صف دوم
۵۔ " محمد اسلم شاد صاحب منگلا	قائد عمومی
۶۔ " ڈاکٹر عبدالخالق صاحب خالد	قائد تعلیم
۷۔ " محمد اعظم اکسیر صاحب	قائد اصلاح و ارشاد
۸۔ " مبارک احمد طاہر صاحب	قائد تربیت
۹۔ " لطیف احمد صاحب جھمٹ	ایڈیشنل قائد تربیت (نو مبائعین)
۱۰۔ " ملک منصور احمد عمر صاحب	قائد تعلیم القرآن
۱۱۔ مکرم ملک منور احمد جاوید صاحب	قائد اشاعت
۱۲۔ " عبدالجلیل صادق صاحب	قائد ذہانت و صحتِ جسمانی
۱۳ " سیّد قاسم احمد صاحب	قائد ایثار
۱۴۔ " حبیب الرحمٰن زیروی صاحب	قائد تجنید
۱۵۔ " منور شمیم خالد صاحب	قائد وقفِ جدید
۱۶۔ " خالد محمود الحسن بھٹی صاحب	قائد تحریکِ جدید
۱۷۔ " عبدالرشید غنی صاحب	قائد مال
۱۸۔ " قریشی محمد عبداللہ صاحب	آڈیٹر
۱۹۔ " مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری	زعیم اعلیٰ ربوہ

خاکسار

حمید اللہ

صدر مجلس انصاراللہ پاکستان

مجلس انصار اللہ پاکستان کی قرار داد تعزیت بر وفات حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب

مجلس عاملہ انصار اللہ پاکستان کا یہ اجلاس حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحبؒ کی المناک وفات پر دلی تعزیت اور رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ حضرت صاحبزادہ صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب.... کے نواسے تھے۔ آپ ۱۳؍ مارچ ۱۹۱۱ء کو قادیان میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب..... اور حضرت صاحبزادی بُوزینب صاحبہ.... کے گھر پیدا ہوئے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ نے دینی و ملّی خدمات سے بھرپور زندگی پائی۔ ابتدائی تعلیم قادیان میں اور کالج کی تعلیم لاہور میں حاصل کی۔ ۱۹۲۶ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی.... نے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک انجمن انصار اللہ قائم فرمائی آپ بھی اس انجمن کے ممبر تھے۔

مجلس خدام الاحمدیہ کی مرکزی مجلس عاملہ میں ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۵ء تک نائب صدر کے علاوہ مہتمم صحتِ جسمانی اور مہتمم عمومی رہے۔

مجلس انصار اللہ کی مرکزی مجلسِ عاملہ میں ۱۹۵۶ء سے ۱۹۶۹ء تک پہلے قائد تربیت پھر قائد ذہانت و صحتِ جسمانی رہے۔

جلسہ سالانہ کے انتظام میں ۱۹۴۰ء سے ۱۹۶۳ء تک لمبا عرصہ فرائض سرانجام دیئے۔ بعدہٗ بحیثیت ناظر اعلیٰ آپ نے سارے انتظام کی نگرانی فرمائی۔

جماعتی خدمت کے لحاظ سے پہلے نائب ناظر امور عامہ پھر ناظر امور عامہ اور ناظر امور خارجہ مقرر ہوئے۔ زراعت اور ضیافت کی نظارتیں بھی آپ کے پاس رہیں۔

یکم مئی ۱۹۷۱ء سے ناظر اعلیٰ اور ۱۹۸۴ء سے اس کے ساتھ ساتھ صدر، صدر انجمن احمدیہ کے بلند مناصب پر تادمِ آخر فائز تھے۔ اس حیثیت میں آپ کی خدمات تاریخ کا حصّہ ہیں۔ اسی طرح تاریخ میں سب سے زیادہ مرتبہ اور طویل ترین عرصہ کے لئے امیر مقامی رہے۔ بلاشبہ آپ نے مشکل ترین حالات میں بڑی پامردی، صلاحیت، ہمّت، حوصلہ، خلوص، ایثار اور کامل وفاشعاری کے ساتھ اور قابلِ رشک فہم و فراست اور تدبّر و ذہانت سے کام لیتے ہوئے تمام ذمہ داریاں نبھائیں۔ نہایت کامیابی اور حُسن و خوبی کے ساتھ بطور صدر مجلس مشاورت انتہائی اہم فرائض سرانجام دیئے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں آپ ایک مثال تھے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

متعدد بشارتوں کے مصداق، تہجد گذار، منیب الی اللہ اور ساتھ ہی نہایت درجہ نافع الناس وجود تھے۔ حاجت مندوں کی ضرورت پوری کرنے میں کوشاں رہنے والے محبّ خلق بزرگ تھے۔

خلافت کے ساتھ وابستگی اور سچی عقیدت میں آپ نمونہ تھے غیر مشروط اطاعت کے لئے مستعد رہتے۔ ع

خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ہم اس موقع پر دلی جذبات غم کے ساتھ اپنے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، جملہ افرادِ خاندان خصوصاً آپ کی بیگم صاحبہ، اولاد نیز عالمگیر جماعتِ احمدیہ کے ساتھ اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے دعاگو ہیں کہ مولیٰ کریم اپنے کرم سے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے بے پایاں رحمت کا سلوک فرمائے اور اپنے قُربِ خاص میں آپ کے درجاتِ عالیہ بلند سے بلند تر فرمائے۔ آمین

ہم ہیں ممبران مجلسِ عاملہ انصار اللہ پاکستان۔ ربوہ

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحبؒ کی وفات پر قرار داد ہائے تعزیت

صدر، صدر انجمن احمدیہ، ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحبؒ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۹۷ء کو ہمیں داغِ مفارقت دے کر اپنے محبوبِ حقیقی سے جا ملے۔ اس عظیم صدمہ پر مختلف جماعتہائے احمدیہ اور ذیلی تنظیموں کی طرف سے قرار دادہائے تعزیت ادارہ کو بھجوائی گئی ہیں جن میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے اوصافِ حمیدہ اور خدماتِ جلیلہ کا ذکر کیا گیا ہے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز، حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی، محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ اور دیگر بھائیوں بہنوں اور عالمگیر جماعتِ احمدیہ سے تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

مندرجہ ذیل جماعتوں اور تنظیموں کی طرف سے قرار دادیں موصول ہوئی ہیں:- صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ مجلس تحریکِ جدید صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ۔ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ربوہ۔ مجلس انصار اللہ اسلام آباد شرقی۔ مجلس انصار اللہ عزیز آباد کراچی۔ جماعتِ احمدیہ کراچی۔ جماعتِ احمدیہ لاہور۔ جماعتِ احمدیہ شہر و ضلع بہاولپور۔ مجلس انصار اللہ مقامی ربوہ۔ سٹاف ممبران الصادق ماڈرن نرسری سکول ربوہ۔ مجلس انصار اللہ دار الحمد فیصل آباد۔ مجلسِ عاملہ انصار اللہ ضلع سیالکوٹ۔

امام الکلام

"خود نیک بنو اور اپنی اَولاد کے لئے عُمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ"

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اولاد کے لئے کچھ مال چھوڑنا چاہیئے۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ مال چھوڑنے کا تو ان کو خیال آتا ہے مگر یہ خیال ان کو نہیں آتا کہ اس کا فکر کریں کہ اولاد صالح ہو طالح نہ ہو مگر یہ وہم بھی نہیں آتا اور نہ اس کی پرواکی جاتی ہے۔ بعض اوقات ایسے لوگ اولاد کے لئے مال جمع کرتے ہیں اور اولاد کی صلاحیت کی فکر اور پرواہ نہیں کرتے۔ وہ اپنی زندگی ہی میں اولاد کے ہاتھ سے نالاں ہوتے ہیں اور اس کی بداطواریوں سے مشکلات میں پڑ جاتے ہیں اور وہ مال جو انہوں نے خدا جانے کن کن حیلوں اور طریقوں سے جمع کیا تھا آخر بدکاری اور شراب خوری میں صرف ہوتا ہے اور وہ اولاد ایسے ماں باپ کے لئے شرارت اور بدمعاشی کی وارث ہوتی ہے۔

اولاد کا ابتلا بھی بہت بڑا ابتلا ہے۔ اگر اولاد صالح ہو تو پھر کس بات کی پرواہو سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ (الاعراف: ۱۹۷) یعنی اللہ تعالیٰ آپ صالحین کا متولی اور متکفل ہوتا ہے۔ اگر بدبخت ہے تو خواہ لاکھوں روپیہ اس کے لئے چھوڑ جاؤ وہ بدکاریوں میں تباہ کر کے پھر قلاش ہو جائے گی اور ان مصائب اور مشکلات میں پڑے گی جو اس کے لئے لازمی ہیں۔ جو شخص اپنی رائے کو خدا تعالیٰ کی رائے اور منشاء سے متفق کرتا ہے وہ اولاد کی طرف سے مطمئن ہو جاتا ہے اور وہ اسی طرح پر ہے کہ اس کی صلاحیت کے لئے کوشش کرے اور دعائیں کرے۔ اس صورت میں خود اللہ تعالیٰ اس کا متکفل کرے گا اور اگر بدچلن ہے تو جائے جہنم میں۔ اس کی پروا تک نہ کرے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک قول ہے کہ میں بچہ تھا جوان ہوا اب بوڑھا ہو گیا میں نے متقی کو کبھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا کہ اسے رزق کی مار ہو اور نہ اس کی اولاد کو ٹکڑے مانگتے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ تو کئی پُشت تک رعایت رکھتا ہے۔

پس خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دعا کرو جس قدر کوشش تم ان کے لئے مال جمع کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کرو۔

خوب یاد رکھو کہ جب تک خدا تعالیٰ سے رشتہ نہ ہو اور سچا تعلق اس کے ساتھ نہ ہو جاوے کوئی چیز نفع نہیں دے سکتی......

پس وہ کام کرو جو اولاد کے لئے بہترین نمونہ اور سبق ہو اور اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے اوّل خود اپنی اصلاح کرو۔ اگر تم اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیزگار بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کو راضی کر لوگے تو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرے گا۔

...... اولاد کے لئے اگر خواہش ہو تو اس غرض سے ہو کہ وہ خادمِ دین ہو۔

غرض حق العباد میں پیچ در پیچ مشکلات ہیں جب تک انسان ان میں سے نکلے نہیں مومن نہیں ہو سکتا نری ہی باتیں ہی باتیں ہیں۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۴۳ تا ۴۴۵)

کلام الامام

"بچوں کی تربیت کریں۔ ایسی تربیت کہ ایمان میں آپ سے بڑھ جائیں"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی.... جلسہ سالانہ کی تقریر ۲۷ دسمبر ۱۹۲۰ء میں فرماتے ہیں:۔

"... جب تک تم اپنی اولاد، بیوی بچوں کو دین نہیں سکھاتے تمہاری کوششوں جیسے کپڑا بنا کر پھاڑ ڈالا جائے تم ان کو دین سکھاؤ اور اس طرح سکھاؤ کہ ان میں ایسا رچ جائے کہ ان کے لئے دین کو چھوڑنا زیادہ مشکل ہو بہ نسبت اس کے کہ ان کے گلے پر چھری رکھی جائے تو اس کے نیچے سے نکلنا۔ دیکھو ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا بچہ اس سے بڑا انسان بنے پھر تمہیں یہ کس طرح گوارا ہو سکتا ہے کہ تمہاری اولاد دین میں تم سے کم رہے....

.... تم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو احمدی بنانے کا فکر نہیں کرتے، اپنی اولاد کو دین نہیں سکھاتے۔ نماز کا وقت ہوگا تو سردی یا کسی اور وجہ سے کہیں گے بچہ نے نماز نہیں پڑھی تو کیا ہوا؟ حالانکہ بچوں کی تربیت کا زمانہ ان کا بچپن کا ہی زمانہ ہوتا ہے اور بچپن کی تربیت ہی آئندہ زندگی میں کام آسکتی ہے.....

پس آپ لوگ بچوں کی خاص طور پر تربیت کریں اور ایسی تربیت کریں کہ ایمان میں آپ سے بڑھ جائیں۔ آپ لوگوں کی مثال تو ایسی ہے جیسے ترکھان لکڑی کو تراش کر کوئی چیز بناتا ہے مگر بچوں کی ایسی مثال ہے جیسے کسی چیز کو ڈھالا جاتا ہے اور ڈھالنے میں کوئی چیز ضائع نہیں ہوتی مگر تراشنے میں کچھ نہ کچھ الگ کرنی پڑتی ہے اور اس میں محنت بھی زیادہ صرف ہوتی ہے۔ پس تم اپنی اولاد کو دین کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرو تاکہ تمہارے بعد ایک مضبوط جماعت پیدا ہو اور جب تم فوت ہونے لگو تو تمہارے دل غمگین نہ ہوں بلکہ خوشی سے بھرے ہوئے ہوں کہ ہم ایسی جماعت کے سپرد دین کی امانت کر رہے ہیں جو اس کی حفاظت کرنے کی اہل ہو....

پس اپنے بچوں کی تربیت کرو اور یہ مت خیال کرو کہ نمازیں پڑھنے میں انہیں تکلیف ہوتی ہے یا روزہ رکھنے میں وہ کمزور ہو جاتے ہیں۔ دین کے احکام پر ان سے عمل کراؤ اور اگر وہ کوئی بُری بات کریں تو سمجھاؤ اور بے شک نرمی سے سمجھاؤ لیکن اگر نرمی سے نہ مانیں اور سختی کی ضرورت ہو تو سختی بھی کرو۔"

(اصلاحِ نفس۔ انوار العلوم جلد ۵ صفحہ ۴۵۶-۴۵۷)

عربی منظوم کلام

وَلِلّٰهِ حَمْدٌ ثُمَّ حَمْدٌ فَإِنَّنَا　　　جَمَعْنَاهُمَا حَقًّا فَلِلّٰهِ نَشْكُرُ

اور خدا کو حمد ہے اور پھر حمد ہے کہ ہم نے اپنے اندر حسب اور نسب دونوں کو جمع کیا ہے پس ہم خدا کا شکر کرتے ہیں

وَمَا جِئْتُ إِلَّا مِثْلَ مَطَرٍ وَّدِيمَةٍ　　　دَرُوْرٍ وَّ أَرْوَيْتُ الْبِلَادَ وَأَعْمُرُ

اور میں مثل بارش کے آیا ہوں جو زور سے اور آہستگی سے برستی ہے اور اس کا پانی جاری رہتا ہے اور میں نے شہروں کو سیراب کر دیا اور آباد کر رہا ہوں

وَكَمْ مِّنْ أُنَاسٍ بَايَعُوْنِيْ بِصِدْقِهِمْ　　　وَمَا خَالَفُوْا قَوْلِيْ وَمَا هُمْ تَذَمَّرُوْا

اور بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے مجھ سے بیعت کی اور نہ انہوں نے میری بات کی مخالفت کی اور نہ وہ خبیث النفس ہو گئے

فَقَرَّبْتُ قُرْبَانًا يُّنَجِّيْ رِقَابَهُمْ　　　وَيَعْلَمُ رَبِّيْ مَا نَحَرْتُ وَأَنْحَرُ

پس میں نے ایسی قربانی کی جس سے ان کی گردنوں کو میں نے چھڑا دیا اور میرا خدا جانتا ہے کہ میں نے کیا قربانی کی اور کیا کر رہا ہوں

وَلِيْ عِزَّةٌ فِيْ حَضْرَةِ اللّٰهِ خَالِقِيْ　　　فَطُوْبٰى لِقَوْمٍ طَاوَعُوْنِيْ وَاٰثَرُوْا

اور مجھے جنابِ الٰہی میں، جو میرا خالق ہے، ایک عزت ہے۔ پس خوشی ہو اس قوم کے لئے جنہوں نے میری اطاعت کی اور مجھے اختیار کیا

أَتَا الْعِلْمُ بِالْمُتَقَدِّمِيْنَ وَبَعْدَهُمْ　　　تَلَافِيْ جَمِيْعَ الْفَائِتَاتِ مُؤَخَّرُ

علم متقدّمین کے ذریعہ سے آیا اور بعد ان کے جو کچھ ان کے زمانوں میں رہ گیا تھا اس کے پیچھے آنے والے نے تلافی کی

وَمَا أَنَا إِلَّا مِثْلَ مَالِ تِجَارَةٍ　　　فَمَنْ رَدَّنِيْ كِبْرًا أُبِيْدُوْا وَخُسِّرُوْا

اور میں ایک مالِ تجارت کے مانند ہوں پس جن لوگوں نے مجھے ردّ کیا وہ تباہی اور خسارہ میں رہے

(اعجاز احمدی (ضمیمہ نزول المسیح) روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۸۴)

فارسی منظوم کلام

از یادِ تو نورہا بہ بینم　　در حلقۂ عاشقانِ خونبار

مَیں تیرے ذکر کی برکت سے انوار دیکھتا ہوں آہ وزاری کرنے والے عاشقوں کی جماعت میں

اے مُونسِ جاں چہ داستانی　　کز خود بِبُرُودیم بہ یکبار!

اے میرے مونسِ جاں! تُو کیسا داستان ہے کہ دفعتاً تُو نے میرے ہوش وحواس گُم کر دیئے

از یادِ تو ایں دِلے بہ غم غرق　　دارد گہرے نہاں صدف وار

تیری یاد میں میرا دِل غم میں غرق ہو کر صدف کی طرح ایک موتی اپنے اندر پوشیدہ رکھتا ہے

چشم و سرِ ما فدائے رُویت　　جان و دلِ ما بتو گرفتار

میری آنکھیں اور سر تیرے مُنہ پر قربان ہیں اور میرے جان و دل تیری محبّت میں قید

عشقِ تو بہ نقدِ جاں خریدیم　　تا دم نہ زَنَد، دِگر خریدار

ہم نے نقدِ جاں دے کر تیرا عشق خریدا ہے تاکہ پھر اور کوئی خریدار دَم نہ مار سکے

غیر از تو کہ سَر زَدے زِ جَیبم!　　در بُرجِ دِلم نماند دیّار

تیرے سوا اور کون میرے گریبان میں سے نمودار ہوتا جبکہ میرے دل میں اور کوئی بسنے والا ہی نہیں

عُمریست کہ ترکِ خویش و پیوند　　کردیم و دمے جُز از تو دشوار

ایک عمر گذر گئی کہ ہم نے عزیزوں اور رشتہ داروں سے تعلق منقطع کر لیا مگر تیرے بغیر ایک لحظہ گذارنا بھی مشکل ہے

(سُرمہ چشم آریہ۔ رُوحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۵)

فرض کے گرنے سے ساری نمازیں گرجاتی ہیں

اکیلے نماز پڑھنے سے باجماعت نماز زیادہ اہم ہے

نماز قائم کرنیکے جو مختلف مراحل ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے ساتھیوں کی نماز بھی کھڑی کریں

خطبہ جمعہ :- حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ لندن مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۷ء (اخاء) ۶/۷ ۱۳ ہش

حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

گزشتہ دو خطبوں میں میں نے نماز کی طرف جماعت کو توجہ دلائی تھی' نماز باجماعت کی طرف۔ خصوصیت کے ساتھ ان نمازوں کی طرف جو کاموں کے درمیان پڑتی ہوں جن کی خاص طور پر حفاظت کا قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں آج یہ تیسرا خطبہ ہے اور اس کو بھی میں نماز ہی کی اہمیت سے متعلق وقف رکھوں گا۔ پھر انشاء اللہ آئندہ جو خطبہ آنے والا ہے اس میں تحریک جدید کا نیا سال شروع ہونا ہے اس کا ذکر ہوگا۔ پھر دوسرے امور بہت سے ہیں جو اپنی توجہ کھینچتے ہیں۔ ضمناً کبھی کبھی نماز کا ذکر آئندہ خطبوں میں بھی چلتا رہے گا کیونکہ یہ بہت اہم مضمون ہے۔ انسانی زندگی کی جان ہے نماز۔ انسان کو پیدا کرنے کے مقاصد میں سے اول مقصد یہ ہے۔

جس آیت کی آج میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے یہ سورۃ العنکبوت کی چھیالیسویں آیت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اتل ما اوحی الیک من الکتب و اقم الصلٰوۃ کہ جو کچھ تجھ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا جارہا ہے کتاب میں سے اس کی تلاوت کر "واقم الصلٰوۃ" اور نماز کو قائم کر۔ گویا جو کچھ بھی کتاب میں وحی کیا جا رہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "اقم الصلٰوۃ" باقی ساری باتیں ضمنی اور نسبتاً ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ " ان الصلٰوۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر" یقیناً نماز فحشاء سے منع کرتی ہے اور منکر سے منع کرتی ہے۔ ولذکر اللہ اکبر اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے "واللہ یعلم ما تصنعون" اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

یہاں قرآن کریم نے دو باتیں ایسی بیان فرمائی ہیں جن کو ہم نماز کی نشانی کے طور پر بھی لے سکتے ہیں۔ بسا اوقات انسان کے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ میری نمازیں مقبول ہوئی ہیں کہ نہیں۔ اس کا آسان حل اس آیت نے تجویز فرمادیا ہے۔ نماز میں تو یہ خوبی ہے کہ وہ فحشاء اور منکر سے روکتی ہے۔ اگر نمازیں پڑھنے کے بعد تم پھر فحشاء اور منکر میں مبتلا ہو جاؤ

تو ثابت ہوا کہ تم نے نماز نہیں پڑھی کچھ اور پڑھا ہے۔ یہ ایک ایسا رابطہ قرآن کریم نے ان دو چیزوں کا قائم فرمایا ہے کہ اس پر جتنا بھی غور کریں اور مزید عارفانہ مضامین آپ کو سمجھ آنے لگیں گے۔ چند باتیں اس سلسلے میں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ فحشاء ہر اس بدی کو کہا جا سکتا ہے جو وبا کی حیثیت رکھتی ہو اور جو پھیلنے والی ہو۔ فحشاء کا ایک معنی ہر قسم کی بے حیائی بھی لیا گیا ہے اور قرآن کریم نے اس لفظ کو مختلف معنوں میں استعمال کیا ہے۔ لیکن جہاں تک میں نے غور کیا ہے لفظ فحشاء میں اس بدی کا ذکر ملتا ہے جو کھل جائے۔ جو سوسائٹی کا حصہ بن جائے جو اور لوگوں کے دل بھی بڑھائے کہ وہ اس بدی میں مبتلا ہوں اور نزلہ زکام اور ایسی وباؤں کی طرح اگر ایک دفعہ سوسائٹی میں پھیلیں تو پھر پھیلتی چلی جائیں۔ ہر وہ بدی جو یہ مزاج رکھتی ہو اس کو فحشاء کہا جا سکتا ہے خواہ وہ بڑی ہو خواہ وہ چھوٹی ہو۔ تو سب سے پہلی بات نماز کی قبولیت کی نشانی یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ نماز تمہارے اندر کوئی ایسی بدی باقی نہیں رہنے دے گی جس کا نقصان دوسروں کو پہنچ سکے اور مسلم کی تعریف بھی تو یہی ہے اور مومن کی تعریف بھی تو یہی ہے۔ مسلم وہ ہے جو دوسرے کو امن دے، جو دوسروں کو سلامتی پہنچائے اور مومن وہ ہے جو دوسروں کو امن دے۔ تو اگر کسی ذات سے گناہ کی وبائیں پھیلتی ہوں۔ اس کے عمل سے دوسروں کو بری باتوں کی جرأت ہوتی ہو تو یہ بات اس کے مومن ہونے کے بھی خلاف ہے اس کے مسلم ہونے کے بھی خلاف ہے۔ تو نماز کی ایسی نشانی جس کو ہر انسان پہچان سکتا ہے وہ یہ ہے۔ ورنہ لوگ وہموں میں مبتلا رہتے ہیں کہ تمہاری نمازوں کی کیا آواز ہے؟ وہ کیا فتویٰ دے رہی ہیں؟ اور یہ سادہ سی پہچان روز مرہ کی زندگی میں انسان میں پائی جاتی ہے۔ ہزار ہا ایسی برائیاں ہیں جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ برائیاں آگے دوسروں کو لگنے والی ہیں اور اس میں جو احتیاط برتی جائے اس میں اور منافقت میں ایک فرق ہے۔ منافقت ایسی بدی کو چھپانا ہے جس کے نتیجے میں انسان دنیا میں نیک مشہور ہو دنیا کو بدی سے بچانا مقصود نہیں ہے۔ منافقت اس کوشش کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں انسان کے دعوؤں پر پردہ پڑا رہے۔ ان دعوؤں سے وہ بے نیاز ہو یعنی مطلب یہ ہے کہ ان کی موجودگی اسے تکلیف نہ پہنچائے اور صرف اس لئے پردہ ڈالے کہ وہ داغ ظاہر ہو کر جو اس کا ایک تاثر معاشرے میں پیدا کرتے ہیں اس کے بالکل برعکس تاثر پیدا ہو۔ فحشاء بالکل اور چیز ہے۔ فحشاء انسان کی ایسی بیماریاں ہیں جن کے خلاف وہ جدوجہد کرتا ہے۔ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ بیماریاں اس سے ہٹ جائیں لیکن جب تک نہیں ہٹتیں وہ اس غرض سے انہیں چھپاتا ہے کہ میری اولاد، میری بیوی، میرے بچے انہی بیماریوں میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ پس یہ فرق ہے فحشاء اور منافقت کے مضمون میں۔ پس ہر انسان اپنی ذات کو اپنی ذات ہی سے پہچان سکتا ہے کہ اس کی عادتیں اسے فحشاء کا مرتکب تو قرار نہیں دے رہیں۔ ایک انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو کئی دفعہ چھپا کے بولتا ہے۔ کئی دفعہ کھلے اظہار کے طور پر بات کرتا ہے۔ اب یہ ایک ایسی مثال ہے جو ان دونوں چیزوں میں فرق کر دے گی۔ ایک انسان جھوٹ بولتا ہے کسی دوسرے کو دھوکہ دینے کیلئے، یہ اپنی ذات میں ایک گناہ ہے لیکن وہ سمجھتا ہے کہ اس کو پتہ نہیں چلا اس لئے وہ جھوٹ بولنا فحشاء نہیں ہے وہ ایک اثم ہے، ایک ذنب ہے، ایک گناہ ہے۔ مگر اس جھوٹ بولنے کو فحشاء نہیں کہہ سکتے کیونکہ جب وہ جھوٹ بول کر کسی کو دھوکہ دیتا ہے تو مقصد یہ ہے کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ تو جھوٹ کا اثر فحشاء نہیں ہوگا۔ لیکن جب

وہ گھر میں آ کے بتاتا ہے اپنے بیوی بچوں کو اور مزے لے لے کر بتاتا ہے یا اپنے دوستوں کو سوسائٹی میں مزے لے لے کے بتاتا ہے کہ اس طرح میں نے اس کو پاگل بنایا' اس طرح میں نے اس کو بے وقوف بنایا اور دیکھو میں کیسا چالاک ہوں میں کس طرح لوگوں کو دھوکے دے کر کیسے کیسے عارضی یا دنیاوی فائدے حاصل کرلیتا ہوں یہ فحشاء ہے۔ اگر کسی نے غلطی سے مجبوراً جھوٹ بولا ہو' ویسے تو جھوٹ کیلئے کوئی قابل قبول مجبوری نہیں ہے۔ اور اسے دکھ محسوس ہوا ہو تو وہ اور قسم کا جھوٹ ہے بالارادہ دھوکہ دینا یہ ایک اور قسم کا جھوٹ ہے۔ دونوں فحشاء نہیں ہیں۔ مگر جب دوسرے جھوٹ کا ذکر کرکے جو بالارادہ دھوکہ دینے کے نتیجے میں بولا جاتا ہے انسان اپنی بڑائی لوگوں میں بتاتا ہے تو یہ فحشاء ہے اور جو پہلی قسم کا جھوٹ ہے جو اس نے مجبوراً بول دیا ہو اس پہ تو وہ خود پچھتاتا ہے اس پہ فخر کیسے محسوس کر سکتا ہے۔ وہ فحشاء بن ہی نہیں سکتا۔ اس کے متعلق وہ لوگوں کو بتاتا نہیں پھرے گا کہ دیکھو میں ایسا گندہ آدمی ہوں کہ میں نے فلاں مصیبت کے وقت جھوٹ بول دیا۔ پس گناہوں کی تفریق کرنے کی عادت ڈالیں۔ ہر گناہ کا جو محرک ہے اس کو پہچاننے کی کوشش کریں اور یہ سفر اپنی ذات کا سفر ہے۔ اپنی ذات کے سفر کے بغیر آپ کو خود اپنا چہرہ بھی صحیح دکھائی نہیں دے سکتا اور اپنی ذات کے سفر کے بغیر یہ باتیں معلوم نہیں ہو سکتیں جو قرآن کریم نے یہاں بیان فرمائیں کہ "ان الصلوٰة تنھٰی عن الفحشاء والمنکر" تم کس حد تک فحشاء سے بچ سکے ہو اور جیسا کہ میں نے ایک مثال جھوٹ کی دی ہے ویسی ہی بکثرت دوسری مثالیں دی جا سکتی ہیں جن میں انسان فحشاء میں مبتلا ہوتے ہوئے بھی جانتا نہیں کہ میں مبتلا ہوں۔ لیکن اگر اس نے نمازیں پہچانی ہیں کہ میری نمازیں کیا ہیں تو پھر اسے غور کرنا ہوگا اور جب وہ غور کرے گا تو اس کا اپنا چہرہ جو اس کے اپنے آئینے میں دکھائی دے رہا ہے اسے بتائے گا کہ تم نمازیں نہیں پڑھ رہے تھے کچھ اور کر رہے تھے۔

دوسرا پہلو اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ فحشاء میں مبتلا لوگوں کی نماز کی طرف توجہ ہو ہی نہیں سکتی۔ نماز میں قیام ضروری ہے اور جو لوگ فحشاء میں مبتلا ہوں ان کے لئے نماز کا قیام بڑا مشکل کام ہے کیونکہ فحشاء ان کو اپنی طرف کھینچے گی اور بار بار ان کی نماز کو گرا دے گی۔ پس یہ دوسری مصیبت ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے اس آیت کریمہ میں فرمایا کہ اگر تم نے نماز پڑھنی ہے تو نماز اور فحشاء کا ٹکراؤ ہے۔ قیام نماز کیلئے ضروری ہے کہ تم فحشاء سے باز آ جاؤ۔ اگر نہیں آؤ گے تو عمر بھر کی نمازیں رائیگاں جائیں گی ان کا کچھ بھی فائدہ تمہیں نہیں پہنچے گا۔

"والمنکر" منکر ناپسندیدہ باتوں کو کہتے ہیں جنہیں عام معاشرہ بھی ناپسندیدہ سمجھتا ہے تو محض فحشاء سے بچ جانا کافی نہیں۔ منکر جو اس کے مقابل پر نسبتاً ادنی درجے کی احتیاط ہے یعنی جس کو بری باتیں عرف عام میں کہا جا سکتا ہے ان سے بچنا۔ ان سے بھی نماز روکتی ہے۔ یعنی نماز کے بعد ایک نمازی کے اندر ایک وقار پیدا ہونا چاہئے اگر وہ نماز مقبول ہوئی ہے تو اس کی عادات و اطوار میں اس کے رہن سہن میں ایک وقار پیدا ہو جائے گا جو قرب الٰہی کے نتیجے میں پیدا ہونا لازم ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کی سوسائٹی اچھی ہو اور اس سوسائٹی کو آپ اچھا سمجھتے بھی ہوں اور پھر آپ میں اس سوسائٹی کی خوبو نہ پائی جائے۔ جن لوگوں میں انسان چلتا پھرتا ہے ان کے رنگ بھی اختیار کرتا ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے کہ گل کی مٹی میں

بھی گل کی خوشبو آجاتی ہے اور یہ گل کی تاثیر ہے تو نماز کی تاثیر یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ نماز تو تمہیں خدا کے قریب کرنے کیلئے ہے اگر نماز قائم ہو گئی ہو اور تم خدا کے قریب ہو رہے ہو تو ہر وہ حرکت جو وقار کے منافی ہے اور خدا کی عظمت اور شان کے منافی ہے اس حرکت کو نماز تم سے دور کرتی چلی جائے گی۔ یہ ایسی پہچان نہیں ہے جس کے لئے بہت بڑے عارفانہ غور کی ضرورت ہو۔ یہ ایسی پہچان ہے جس کو آپ خود روز مرہ جان سکتے ہیں۔ نماز کیلئے نکلے اور بیہودہ حرکتیں اور فضول باتیں شروع کر دیں۔ آپ کو پتہ نہیں لگ سکتا کہ میں بیہودہ حرکتیں کر رہا ہوں اور فضول باتیں کر رہا ہوں۔ اور اس وقت کی پڑھی ہوئی نماز آپ کو اپنے سے دور کر دے گی۔ یعنی بظاہر آپ نماز کا قیام کر رہے ہوں گے مگر نماز گرانے والے بنیں گے اور یہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ نماز کو قائم کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جن کو نماز قائم کرتی ہے۔ نماز کو گرانے والے ہی وہ لوگ ہیں جن کو خود نماز گراتی ہے۔ پس یہ ایسا رد عمل ہے جو طبعی طور پر خود بخود ظاہر ہو رہا ہے۔

"ولذکر اللہ اکبر" اور ان سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔ اگر نماز قائم ہو تو وہ ذکر اللہ سے بھر جائے گی۔ اگر نماز قائم ہو تو ذکر اللہ سے صرف نماز ہی نہیں بھرے گی بلکہ ایسے شخص کے دن رات ذکر الٰہی سے بھر جائیں گے۔ یہاں تک کہ اس کو کسی دوسری چیز کی فرصت نصیب نہیں ہوگی۔ "واللہ یعلم ما تصنعون" اور یاد رکھو کہ اللہ خوب جانتا ہے جو تم کام کرتے ہو۔ یعنی اکثر اپنے اعمال سے انسان غافل رہتا ہے مگر خدا تعالیٰ کے علم میں ہے۔ یہ سورۃ العنکبوت سے چھیالیسویں آیت تھی جس کا میں نے ترجمہ اور مختصر تشریح کی ہے۔ اب میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعض ارشادات نماز ہی کے متعلق آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

یہ حدیث ابو ہریرہؓ کی روایت ہے۔ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب قیام اللیل سے لی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو رات کو اٹھے، نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو اٹھائے۔ اگر وہ اٹھنے میں پس و پیش کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑکے تا کہ وہ اٹھ کھڑی ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس کی بیوی رات کو اٹھے، نماز پڑھے اور اپنے میاں کو جگائے۔ اگر اس نے اٹھنے میں پس و پیش کیا تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکے تا کہ وہ اٹھ کھڑا ہو۔

اب ان سادہ سے الفاظ میں بعض باتیں مضمر ہیں جن کو کھولنا ضروری ہے۔ پہلی بات آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے کہ "نماز پڑھے اور پھر اٹھائے" جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تہجد ادا کرے جس کے لئے ضروری نہیں کہ اس کا ساتھی بھی اٹھایا جائے اور اگر وہ اپنے ساتھی کو تہجد کیلئے اس لئے نہ اٹھائے کہ اس کی خواہش نہیں ہے تو یہ عین مناسب ہے۔ لازماً زبردستی نوافل کیلئے کسی کو اٹھانا یہ درست نہیں ہے۔ پس دیکھیں کیسے خوبصورت الفاظ ہیں کہ اٹھے، نماز پڑھے اور پھر اپنے ساتھی کو اٹھائے۔ وہ فرض نماز ہے جس کے لئے اٹھایا جا رہا ہے۔

اور فرمایا اگر وہ اٹھنے میں پس و پیش کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑکے۔ یہ پانی چھڑکنے کا مضمون بتا رہا ہے کہ وہ مرد یا عورت جن کا ذکر چل رہا ہے ان دونوں کی نیت نماز کی ہے۔ وہ ارادۃً نماز چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ اس لئے پانی چھڑکنا ان

پر زبردستی نہیں حالانکہ وہ بالغ ہیں جوان ہیں۔ اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں۔ پانی چھڑکنا بتا رہا ہے کہ انہوں نے درخواست کر رکھی ہے کہ اگر ہم سے نہ اٹھا جائے تو پانی چھڑکنا۔ اگر یہ مضمون اس میں مضمر نہ ہوتا تو نماز کے وقت تو دنگا فساد برپا ہو جاتا۔ کوئی عورت نیک بی بی کسی بدبخت خاوند کے منہ پر روزانہ چھینٹے مار کے اس کو اٹھائے جس کا نماز میں دل ہی نہیں۔ جس کی نیت ہی نہیں ہے وہ تو آگے سے جوتی لے کر پڑے گا۔ تو یہ کلام خود بولتا ہے کہ میں نبی کا کلام ہوں اس لئے روایات میں راوی سے بہت زیادہ اہمیت مضمون کو دینی چاہئے۔ آنحضرت ﷺ کے منہ کی باتیں خود بولتی ہیں کہ میں محمد رسول اللہ کا کلام ہوں۔ ان باتوں میں جب بھی کسی غیربات کی آمیزش ہو وہ خود بول پڑتی ہے کہ میں اس رسول کا کلام نہیں ہو سکتی۔ پس بسا اوقات اچھے راویوں سے بعض روایتیں ہیں جن میں الفاظ بدلنے کے نتیجے میں کچھ ایسی کمزوریاں دکھائی دیتی ہیں کہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کلام اتنا حصہ کم سے کم آنحضرت ﷺ کا کلام نہیں تھا۔ چنانچہ بہت سے راوی ایسے بھی ہیں جو احتیاط برتتے ہیں کہتے ہیں جہاں تک مجھے یاد ہے یہ الفاظ تھے۔ جہاں تک میں نے سوچا ہے مجھے یہ لگتا ہے مگر ضروری نہیں ہو سکتا ہے آنحضور ﷺ کے الفاظ کچھ اس سے مختلف ہوں۔ اس وجہ سے اختلاف روایت کی ہمیں سمجھ آ جاتی ہے۔

تو اس پر آپ غور کرلیں کہ جو پانی کے چھینٹے دیئے جا رہے ہیں یہ بتا رہے ہیں کہ دونوں میاں بیوی بنیادی طور پر نیک ہیں۔ چاہتے ہیں کہ ان کو اٹھایا جائے اور نیند کی غفلت حائل ہو جاتی ہے اور دونوں کے درجے الگ الگ ہیں۔ ایک تہجد گزار ہے اور دوسرا عام نمازی ہے اس کا Behaviour اس کا سلوک ایک عام نمازی جیسا ہے تو نماز قائم کرنے کے جو مختلف مراحل ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض اپنے ساتھیوں کی نماز بھی کھڑی کرو اور اس نماز کو کھڑا کرنے میں زبردستی نہیں ہے مگر ماحول کو اس طریق پر خطرات سے بچایا جا سکتا ہے۔ جب ایک بیوی خاوند کی نماز میں مددگار بن جائے۔ خاوند بیوی کی نماز میں مددگار بن جائے تو ظاہر بات ہے کہ ان لوگوں کی اولاد پر اس کا نیک اثر پڑے گا اور نماز سارے ماحول میں قائم ہوگی۔

ایک دوسری حدیث مسلم کتاب الایمان باب بیان الطلاق سے لی گئی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نماز کو چھوڑنا انسان کو شرک اور کفر کے قریب کر دیتا ہے۔ یہ مضمون میں نے پچھلی دفعہ بھی بیان کیا تھا کہ نماز کو چھوڑنے والا شرک کی وجہ سے نماز کو چھوڑتا ہے اور بسا اوقات اسے معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ نماز اپنی ذات میں ایک ایسا اعلیٰ درجے کا روحانی مائدہ ہے جس میں لذت ہے اور اگر اس کے برعکس کوئی اور مائدہ زیادہ لذت والا نظر آئے تب انسان اس مائدہ کو یعنی اس دسترخوان کو چھوڑے گا۔ تو شرک کا مضمون تو پہلے ہی موجود ہے۔ نماز چھوڑ کر شرک میں مبتلا نہیں ہوتا۔ نماز اس لئے چھوڑتا ہے کہ مشرک ہے یعنی خدا تعالیٰ کے قرب کے مقابل پر غیراللہ کے قرب کو زیادہ اہمیت دیتا ہے۔

اس مضمون پر جب علماء غور کرتے ہیں تو انہوں نے شرک کی مختلف قسمیں بنا رکھی ہیں۔ بعض کو کہتے ہیں شرک جلی اور بعض قسموں کو کہتے ہیں شرک خفی۔ جلی وہ ہے جو انسان کھلم کھلا شرک کرتا ہے۔ خدا کے سوا معبود ہیں بتوں کی

پرستش، چاند سورج کو خدا سمجھنا جیسا کہ آج کل بھی بہت سے مذاہب میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں یعنی انسان کو خدا کا شریک بنا لینا، قبروں کی پوجا کرنا یہ سب شرک جلی ہیں۔ شرک خفی یہ مضامین ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ انسان کو جو خود شرک میں مبتلا ہے اس کو بھی نہیں پتہ چلتا کہ وہ شرک کر رہا ہے اس کو شرک خفی کہتے ہیں جو چھپ گیا۔ پس ہر قسم کے شرک کو چھوڑنا ضروری ہے خواہ وہ ظاہر ہو خواہ وہ چھپا ہوا ہو۔ کیونکہ شرک کے ساتھ انسان کی روحانی زندگی بالکل تباہ ہو جاتی ہے۔ نہ وہ اس دنیا کے قابل رہتا ہے نہ آخرت کے قابل رہتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مختصر حدیث بیان فرمائی دو چار لفظوں کے اندر لیکن بہت گہری حقیقت سے ہمیں روشناس کروایا۔

اب میں ایک اور حدیث بخاری کی کتاب **الجہاد** سے پیش کرتا ہوں جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ابن مسعود نے روایت کی۔ کہتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ یعنی نماز کیلئے جو وقت مقرر ہے اس محل، اس وقت کے اوپر نماز پڑھنا خدا تعالیٰ کو پسند ہے۔ میں نے عرض کیا اسکے بعد؟ آپ نے فرمایا ماں باپ سے نیک سلوک کرنا، پہلے خدا کا حق ہے پھر ماں باپ کا حق ہے اور خدا کے حق سے اگر ماں باپ کا حق بظاہر مجروح ہوتا ہو تو خدا کا حق ادا کرنا لازم ہے۔ ماں باپ سے باوجود اس کے کہ بے انتہاء نیکی کی تعلیم دی گئی ہے اس وقت رو گردانی کرنا اس لئے کہ اللہ کا حق اپنی طرف بلا رہا ہے یہ گناہ نہیں ہے بلکہ نیکی ہے۔ فرمایا نماز وقت پر ادا کرنا، ماں باپ سے نیک سلوک کرنا۔ پھر میں نے عرض کیا اس کے بعد کونسا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے رستے میں جہاد کرنا یعنی خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کیلئے پوری پوری کوشش کرنا۔

مسلم کتاب الطہارہ میں نماز سے متعلق ایک حدیث ان الفاظ میں درج ہے کہ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتایئے۔ آپ نے فرمایا (سردی وغیرہ کی وجہ سے مثلاً) دل نہ چاہنے کے باوجود خوب اچھی طرح وضو کرنا، یہ جو دل نہ چاہنا ہے اس میں سردی کا مضمون بھی داخل ہے اور بھی بہت سے مضامین داخل ہیں۔ کئی لوگوں کو سستی ہوتی ہے۔ کئی دفعہ زیادہ گرم پانی سے وضو کرنا پڑتا ہے جیسا کہ پرانے زمانے میں فریج وغیرہ نہیں ہوا کرتے تھے تو باہر گرم ٹوٹیوں سے بعض دفعہ وضو کرنا پڑتا تھا تو کافی گرم پانی ہوتا تھا اور بعض دفعہ سردیوں میں بے انتہا ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔ تو ایسی حالت میں وضو کرنا جب کہ طبیعت پر گراں گزرے۔ اگر طبیعت پر گراں نہ گزرے تو انسان وضو کرتا ہی ہے وہ بھی ایک نیکی ہے۔ مگر وہ نیکی جو اللہ تعالیٰ کو بطور خاص پسند ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی خاطر اپنی ناپسندیدہ باتیں اختیار کر لینا جو خدا کے ہاں پسندیدہ ہیں۔ اور "بیت میں دور سے چل کر آنا" اب یہ مطلب تو نہیں کہ آدمی بیت سے باہر جائے اور دور جا کر پھر واپس آئے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر تو بیت کے ساتھ تھا اور نزدیک سے آتے تھے مگر اگر بہت دور بھی ہوتا تب بھی آنا ہی تھا۔ تو اس لئے رجحان کی بات ہو رہی ہے۔ دور سے چل کر آنا، یعنی وہ شخص جس کو نماز اتنی پیاری ہو کہ اگر دور سے بھی آنا پڑے تو وہ نماز کیلئے حاضر ہو جائے گا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، اب ایک نماز کے بعد دوسری

نماز کا انتظار کرنا یہ رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی۔ پس وہ جو دور سے آنے کا مفہوم میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں وہ اس دوسری بات نے کھول دیا ہے۔ دل اٹکا ہوا ہے جہاں بھی کہیں ہوگا انسان واپس وہیں پہنچے گا یہ بھی ایک قسم کا رباط ہے۔ یعنی سرحد پر چھاؤنی قائم کرنا اور یہ بات آپ نے یعنی آنحضرت ﷺ نے دو دفعہ دہرائی۔

رباط کیا ہوتا ہے؟ آپ میں سے اکثر کو تو علم ہونا چاہئے رباط کے متعلق میں پہلے بھی کئی خطبوں میں ذکر کر چکا ہوں۔ اب میں دہراتا ہوں تاکہ رباط کا مضمون اچھی طرح سمجھ آجائے۔ قرآن کریم نے مومنوں کی جماعت کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ سرحد پر گھوڑے باندھتے ہیں۔ سرحد پر گھوڑے اس لئے باندھے جاتے ہیں تاکہ دشمن کو سرحد میں داخل ہونے سے پہلے مار بھگایا جائے اور لڑائی دشمن کی سرزمین میں ہو اپنی سرزمین میں نہ ہو۔ کیونکہ سرحد پر بندھے ہوئے گھوڑے دور سے آتے ہوئے دشمن کو دیکھ لیتے ہیں اور ان کی طرف لپکتے ہیں۔ انتظار نہیں کرتے کہ وہ اپنی سرحد میں داخل ہو جائیں۔ یہ وہ دفاع کی ایک تکنیک ایک دفاع کی ایسی حکمت عملی ہے جسے آج بھی نئی دنیا استعمال کر رہی ہے۔ تمام امریکن اور روسی اور اسی طرح دوسری بڑی طاقتوں کے جو دفاعی نظام ہیں ان میں دشمن پر نگاہ رکھنا کہ وہ ہماری سرحد کے قریب تو نہیں آرہا یعنی ایسی حرکتیں تو نہیں کر رہا کہ جس کے نتیجے میں ہم پر حملہ ہو سکتا ہے اس صورت میں جب وہ ان کا نظام پہچان لیتا ہے کہ دشمن قریب آرہا ہے تو پھر یہ انتظار نہیں کیا کرتے کہ وہ داخل ہو جائے پھر ہمیشہ اسے باہر نکل کر دوسری زمین میں پکڑتے ہیں اور وہیں Destory کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ جو لیزر کا نیا نظام بنا ہے یہ بھی اسی اصول کے تابع بنا ہے۔ مگر قرآن کریم میں اور آنحضرت ﷺ کے بیانات میں یہ ساری حکمتیں موجود ہیں۔ کوئی ایسی نئی ایجاد نہیں ہو سکتی جس کی بنیاد قرآن میں یا حدیث میں نہ ہو۔ پس دفاعی نظام کا ذکر فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ایک قسم کا رباط ہے یعنی سرحد پر چھاؤنی قائم کرنا۔ جس شخص کا دل نم جس شخص کا دل نماز میں اٹکا ہو اس پر فحشاء اور منکر حملہ کر ہی نہیں سکتے۔ جہاں بھی کوئی چیز اس کے اٹکے ہوئے دل کو اپنی طرف کھینچے گی وہ متنبہ ہو جائے گا۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے نماز کے مضمون کو اس باریکی سے ہم پر کھولا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کوئی دنیا کا کوئی رسول پیش کر کے دکھائے ناممکن ہے کہ ان باتوں کا عشر عشیر بھی کسی اور رسول کی طرف کوئی انسان منسوب کر سکے خواہ کیسا ہی اس کا شیدائی کیوں نہ ہو۔ عبادت الٰہی جو انسانی روحانی زندگی کا مرکز ہے اس سے متعلق بہت کم باتیں ملتی ہیں اور ملتی ہیں تو نسبتاً سرسری۔ ہو سکتا ہے کہ ان باتوں کو محفوظ ہی نہ کیا گیا ہو۔ لوگوں نے توجہ نہ کی ہو مگر اب جو ہمیں تاریخ کے حوالے سے گزشتہ انبیاء کی باتیں ملتی ہیں ان میں تو لازماً عبادت الٰہی کے متعلق عشر عشیر تو کیا اس کا سوواں حصہ بھی مذکور نہیں ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے قرآن کے حوالے سے بیان فرمایا۔

حضرت مالکؓ بن حویرث بیان کرتے ہیں اور یہ حدیث بخاری کتاب الاذان سے لی گئی ہے۔ یعنی وہ لوگ جو مسجدوں میں آتے ہیں آکے بیٹھتے ہیں ان کے فضائل کا ذکر ہے۔ حضرت مالکؓ بن حویرث بیان کرتے ہیں کہ ہم چند ہم عمر نوجوان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ بڑی دلچسپ روایت اس لحاظ سے ہے کہ اس زمانے میں ہم عمر نوجوان

ٹولے بنا بنا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور دوسری قسم کے ہم عمر بڑے بھی آتے ہوں گے۔ مگر اب جو میں نے غور کیا تو دیکھا کئی دفعہ ایک مجلس سے ایک جماعت سے ملتے جلتے مزاج کے لوگ اکٹھے آجایا کرتے ہیں یہاں ٹھہرتے ہیں۔ تو یہ بنیادی طور پر وہی نیکی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں رائج ہوئی تھی اور اس کی کچھ مثالیں ہم اب اپنی زندگی میں بھی دیکھ رہے ہیں۔ عرض کرتے ہیں بیس دن ٹھہرے۔ آپ نہایت نرم دل اور مشفق تھے۔ جب آپ نے محسوس فرمایا کہ اب ہم اپنے گھر کو واپس جانا چاہتے ہیں تو آپ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ تمہارے کون کون سے عزیز ہیں اب یہ بھی ایک عجیب اسلامی آداب کی تعلیم ہے۔ جو بڑی لطافت سے دی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ سے ان کو اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں پڑی اور وہ اجازت مانگنا ان کے دل پر گراں گزرتا ہوگا۔ مگر چونکہ انہوں نے اجازت نہیں مانگی اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو نظرانداز نہیں فرمایا کہ وہ تکلیف اٹھا رہے ہیں اور اب واپس جانے کی نیت ہوگی۔ تو یہ بات یوں بنتی ہے کہ آنحضرت ﷺ آنے والوں پر نظر رکھا کرتے تھے اور دیکھتے رہتے تھے کہ کب تک یہ شرح صدر کے ساتھ' خوشی کے ساتھ ٹھہر سکتا ہے اور کب کچھ تکلیف کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ پس وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خود محسوس فرمایا کہ اب ہم شاید وطن کو لوٹنا چاہتے ہیں تو آپ نے اور رنگ میں بات پوچھی۔ یہ نہیں کہا کہ تم واپس جانا چاہتے ہو۔ فرمایا کون کون سے عزیز وطن میں ہیں۔ پیچھے کن کو چھوڑ آئے ہو۔ ہم نے حضورؐ کو بتایا تو آپ نے فرمایا تم لوگ اپنے اہل و عیال کے پاس جاؤ۔

اب یہ اجازت کا انداز بھی کیسا لطیف ہے۔ حیرت انگیز ان کو ان کا بہانہ دکھا دیا جو ان کیلئے ایک وجہ جواز بنتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کے جانا ان کے لئے شرم کا موجب نہ رہا۔ کیونکہ خواہ مجبور بھی تھے مگر چھوڑ کر جانا ایک ان کے دل پر کوفت تھی۔ تو آپ نے ان کا جانا کتنا آسان فرما دیا۔ فرمایا ان کا بھی تو حق ہے جن کو پیچھے چھوڑ آئے ہو اس لئے واپس جاؤ اور یہ یہ باتیں جو تم نے مجھ سے سیکھی ہیں ان کو جا کر سکھاؤ۔ انہیں دینی احکام سکھاؤ اور انہیں ان پر عمل کرنے کیلئے کہو اور جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اس طرح نماز پڑھتے رہو۔ یہ حقیقی نماز ہے اس طرح نماز کا حق ادا کیا جاتا ہے۔ جب نماز کا وقت ہو تم میں سے کوئی اذان کہے اور جو تم میں سے بڑی عمر کا ہے وہ نماز پڑھائے۔ یہ جو لفظ بڑی عمر کا ہے اس نے مجھے متعجب کیا کیونکہ دوسری احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ خواہ چھوٹی عمر کا ہو جسے قرآن کریم زیادہ آتا ہو وہ نماز پڑھائے اور دوسرے یہ سارے ہم عمر ہی تھے۔ صاف راوی بیان کر رہا ہے کہ ہم ایک جیسی عمر کے تھے تو یہ حساب تو نہیں ہوگا کہ اس زمانے کی پیدائش کا حساب کریں کہ کون چند دن پہلے پیدا ہوا اور کون چند دن بعد پیدا ہوا لیکن ساتھ ہی میرا مسئلہ حل ہو گیا۔ راوی ابوقلابہ کہتے ہیں کہ مالکؓ بن حویرث نے مجھے یہ باتیں بتائی تھیں لیکن ان میں سے کئی باتیں بھول گیا ہوں۔ اب راوی کا تقویٰ ہمارے کام آگیا۔ ان بھولی ہوئی باتوں میں یہ بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کا علم زیادہ رکھنے والے کو امام بننے کا اہل قرار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ چھوٹا بچہ بھی بعض بڑی عمر کے صحابہ کو نماز پڑھایا کرتا تھا کیونکہ اس کو قرآن کریم زیادہ آتا تھا۔ پس یہ حدیثوں کے صحیح ہونے اور ان کے الفاظ کی صحت کے متعلق راویوں کی

احتیاط کرنے کا ایک نمونہ ہے۔ ہر وہ حدیث جو اعلیٰ درجہ کے مضامین قرآن کی مطابقت کے ساتھ رکھتی ہے اس کے متعلق ہر گز شک کی ضرورت نہیں کہ کوئی راوی کمزور ہے یا نہیں۔ اور اگر مطابقت نہیں رکھتی تو کتنے ہی پکے راوی ہوں وہ حدیث وہاں مشکوک ہو جائے گی جہاں قرآنکے واضح احکامات سے منافی باتیں کر رہی ہوگی۔ اور یہ ایک حدیث ہے جو غالباً مجھے وقت مل جائے گا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ اقتباس ہیں اگر ان کا وقت نہ بھی ملا تو آئندہ پھر کسی وقت ان اقتباسات کو میں دوبارہ آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ اس سے نماز کا مضمون پھر تازہ ہو جائے گا اور ایک اور خطبہ اسی موضوع پر دینا ہوگا۔

بخاری کتاب الصلوٰۃ فضل صلوٰۃ الجماعۃ سے یہ روایت لی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کا جماعت سے نماز پڑھنا بازار یا گھر میں نماز پڑھنے سے بیس گنا سے بھی کچھ زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ اب اس حدیث کو میں نے اس حدیث کے بالکل ساتھ رکھ دیا ہے جس میں راوی نے اقرار کیا ہے کہ میں بھول گیا ہوں۔ یہاں روای نے اقرار نہیں کیا لیکن یہ بیان دوسرے بیانات سے متضاد ہے۔ یعنی لفظ بیس گناہ' اٹھائیس گناہ' سو گنا' ہزار گنا' اتنے بکروں کی قربانی' اتنے جانوروں کی قربانی یہ سارے وہ مضامین ہیں جو بعد کے آنے والے راویوں کو اچھے لگا کرتے تھے اور وہ اپنی طرف سے بیچ میں باتیں ڈالا کرتے تھے اس لئے اب میں کہہ سکتا ہوں کہ اپنی طرف سے ڈالتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تو تضاد ہی کوئی نہیں اور نماز باجماعت کو جہاں فرض ہوتی ہے وہاں فرض ہی قرار دیتے ہیں۔ ایک فرض کے گرنے سے ساری نمازیں گر جاتی ہیں۔ اس لئے نماز باجماعت کے مقابل پر ایسے لوگوں کو نہیں سمجھایا جا سکتا کہ ان کے اکیلے نماز پڑھنے سے باجماعت نماز زیادہ اہم ہے کیونکہ اگر وہ باجماعت پڑھ سکتے ہیں تو اکیلا نماز پڑھنا نماز ہی نہیں ہے۔ یہ اندرونی تضاد ہے جو آنحضرت ﷺ کے دوسرے ارشادات کی روشنی میں ہمیں دکھائی دینے لگتا ہے۔ بڑی قطعیت کے ساتھ دوسری حدیثیں ہیں جو بتا رہی ہیں کہ جہاں نماز باجماعت قائم کی جا سکتی ہو وہاں اکیلی نماز ہوتی ہی نہیں سوائے اس کے کہ کوئی مجبوری حائل ہو۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ کچھ حصہ راوی بھول گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی واضح مراد یہ ہے کہ نماز باجماعت کی اگر کسی کو توفیق نہ ہو' بیمار ہو' کوئی اور وجہ ہو تو باجماعت نماز نہ پڑھے مگر یہ یاد رکھے کہ ایک اچھے کام سے محروم رہا ہے۔ یہ احساس اس کو نماز باجماعت کی اہمیت یاد دلاتا رہے گا۔ پس جہاں زیادہ فائدہ مند' زیادہ ثواب کا موجب' جیسے الفاظ ملتے ہیں یہ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہوگا۔ لازم بات ہے کہ ایسا شخص جو نماز باجماعت نہیں پڑھ سکتا اس کو یاد کرانے کیلئے نماز باجماعت کے کچھ فوائد ذہن نشین کرائے گئے ہوں۔ لیکن عملاً کیا فرمایا تھا کتنے گنا فرمایا تھا اس بحث میں ہمیں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔

فرماتے ہیں اور یہ اس لئے کہ جب ایک شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز کی نیت سے مسجد کی طرف آئے یعنی نماز کے سوا کوئی چیز اسے مسجد میں نہ لائے۔ اب صاف تضاد یہاں ظاہر ہو گیا یعنی پہلے یہ ذکر کیا کہ اکیلے نماز سے دوسری جو اجتماعی نماز ہے وہ زیادہ ضروری ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ اس لئے ہے کہ اگر وضو کرے نماز کی نیت سے مسجد میں آئے۔ اگر نماز کی

نیت سے وضو کر کے آسکتا ہے تو اکیلی نماز تو پھر نماز ہی نہ رہی پھر بیس گنا کی بحث اٹھ جاتی ہے۔ اس لئے یہ استنباط کر رہا ہوں کہ معلوم ہوتا ہے کہ راوی کے ذہن میں کچھ چیزیں مشتبہ ہو گئیں۔ یہ تو ہرگز بعید نہیں کہ ان لوگوں کیلئے جو نماز با جماعت نہیں پڑھ سکتے رسول اللہ ﷺ نے ان کے دلوں میں نماز با جماعت کی اہمیت ثابت کرنے کی خاطر، ان کے دلوں پر واضح کرنے کی خاطر کچھ الفاظ فرمائے ہوں لیکن اختیار نہیں رکھا کہ نماز پڑھ سکتا ہو اور نہ پڑھے اور صرف یہ سمجھ لے کہ چلو میں نے چھوٹی نماز پڑھ لی ہے کم فائدہ ہو جائے گا اس کا اختیار انسان کو نہیں ہے۔

اب ہم اگلے حصے کو لیتے ہیں ایک شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز کی نیت سے (البیت) کی طرف آئے یعنی نماز کے سوا کوئی چیز اسے (البیت) میں نہ لائے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں ہمیں خصوصیت سے توجہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ بہت سے لوگ ہیں جو میٹنگز کیلئے (البیت) آتے ہیں یہاں بھی اور جرمنی میں بھی اور جگہ بھی ان کا سارا سفر خواہ نیک کام کی خاطر ہو جماعتی میٹنگ کیلئے ہو یا عام کام کی خاطر ہو کسی مشاعرے یا شادی کیلئے آنا ہو تو پھر جو وہ نماز با جماعت پڑھتے ہیں تو آنحضرت ﷺ ان کی نماز با جماعت کو اصل نماز با جماعت قرار نہیں دے رہے۔ انہوں نے آنا ہی تھا روٹی کھانی تھی اور واپس چلے جانا تھا ساتھ اتفاق سے نماز با جماعت بھی ہو رہی تھی اس میں اگر کوئی شامل نہیں ہو گا تو بالکل ہی بے حیا ہو گا۔

جب نماز پڑھتے دیکھ رہا ہے لوگوں کو تو پھر وہ کہے گا چلو نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں۔ مگر اس کی اگر اتنی ہی نمازیں ہوں ساری عمر کی، کسی اور غرض سے (البیت) میں پہنچا ہو اور وہاں نماز پڑھ لی ہو اور پھر کبھی بھی نہ آئے تو اس کو فکر کرنی چاہئے۔ ایسے لوگوں کو میری نصیحت ہے کہ کبھی کبھی اس عادت کو توڑنے کی خاطر خالصتہً نماز کی خاطر (البیت) آیا کریں اور دوسرا یہ کہ ان کو ہم نے پہچانا ہے اس (البیت) میں، ان دعوت ولیمہ میں شامل ہونے والوں کی نمازوں کو پہچاننا ہو تو ان کے اردگرد اگر کوئی بیت ہو وہاں سے پہچانیں۔ اگر دو قدم پہ (البیت) ہو اور وہاں نہ جائیں اور ولیمہ کھانے کیلئے بیس میل آجائیں اور پھر با جماعت نماز پڑھ کے اپنے آپ کو نمازی سمجھ کے سر اٹھا کے چلیں تو یہ بہت بڑی بے وقوفی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذہانت کی لطافت دیکھیں کوئی پردہ باقی نہیں چھوڑا۔ ہر مشکل مضمون سے پردہ اٹھا کے ہمیں اپنے چہرے دکھا دیئے ہیں۔ نماز کی نیت سے (البیت) کی طرف آئے یعنی نماز کے سوا کوئی چیز اسے (البیت) نہ لائے نہ شادی نہ بیاہ نہ کوئی اور مقصد نہ دینی میٹنگ۔

نماز ہی کی خاطر سے آئے تو ایسا شخص قدم نہیں اٹھاتا مگر اس کی وجہ سے اس کا درجہ بلند ہوتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کا (البیت) کی طرف آنا ہر قدم جو اسے (البیت) کے قریب کرتا ہے اس کے درجے بڑھاتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ (البیت) میں جا پہنچتا ہے۔ پھر جب تک وہ نماز کی خاطر (البیت) میں بیٹھا رہتا ہے گویا نماز ہی میں مصروف سمجھا جاتا ہے۔ کئی دفعہ بعض مجبوریوں سے نماز با جماعت دیر سے پڑھانی پڑتی ہے۔ وہ لوگ جو (البیت) میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اگر نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں تو وہ اللہ کے نزدیک گویا نماز میں مصروف ہیں اور بظاہر عبادت نہیں کر رہے مگر ان کا تمام عرصہ (البیت) میں موجود رہنا ان کے حق میں ایک عبادت کے طور پر لکھا جاتا ہے اور فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ اس پر رحم کر، اے اللہ اس کو بخش دے، اس کی توبہ کو قبول کر۔ یہ دعائیں اس وقت

تک ہوتی رہتی ہیں جب تک وہ' آگے ترجمہ غلط کیا ہوا ہے اور یہ مضمون میں آپ کے سامنے کھول کے رکھنا چاہتا ہوں کہ یحدث کے الفاظ کا ترجمہ صرف وضو توڑنا کر دیا گیا یہ بالکل غلط ہے۔ اس مضمون سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ "اس وقت تک وہ اس کے حق میں دعائیں قبول ہوتی ہیں جب تک وضو نہ ٹوٹ جائے" اس بے چارے کا کیا قصور اگر اتفاق سے وضو ٹوٹ جائے تو دعائیں مقبول ہونی بند ہو گئیں؟ ترجمہ کرنے والے یہ بات سوچتے نہیں اگر وہ کوئی اچھی سی ڈکشنری اٹھاتے اس میں لفظ احدث یحدث کا مضمون پڑھتے تو صاف بات کھل جاتی کہ ہر وہ حرکت جو نامناسب ہو' جو خدا کی طرف سے توجہ پھیر دے وہ احداث ہے اور گناہ بھی اس میں شامل ہیں گناہ کے خیالات بھی اس میں شامل ہیں۔ پس یحدث کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر وہ عبادت کے انتظار میں (البیت) میں بیٹھا ہوا ہے مگر بعض ایسی باتیں کرتا ہے جو احداث کا مضمون رکھتی ہیں۔ اگر وہ باتیں شروع کر دیتا ہے کسی سے اور اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں کے ذکر الٰہی میں مخل ہو جاتا ہے تو اس کے حق میں فرشتوں کی یہ دعائیں کیوں قبول ہوں گی کہ اے اللہ اس کو بخش دے' اے اللہ اس کی توبہ قبول کر۔ تو یحدث کا جو اصل مضمون عربی لغت سے ملتا ہے وہ یہ مضمون ہے جس نے سارا مسئلہ حل کر دیا ورنہ ایک بہت ہی عجیب سی بات دکھائی دیتی کہ بیت میں لوگ نعوذ باللہ من ذالک ہوائیں چھوڑ رہے ہیں اور اسی وقت ان کے متعلق دعائیں ختم ہو گئیں۔ ہوائیں بیت میں چھوڑنا بھی احداث کا ایک حصہ ہے۔ یعنی انسان کا فرض ہے کہ بیت میں کوئی بدبو نہ پھیلائے جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے۔ اگر اسے اٹھ کے باہر جانا ہے تو اسے باہر جانا چاہئے۔ لیکن یحدث کا یہ مطلب نہیں ہے جو عام ترجمے میں ملتا ہے۔ یحدث کا مطلب ہے وہ ایسی نامناسب بات کرے جو اسے اللہ سے دور کرنے والی ہو۔ جب وہ ایسی نامناسب بات کرے گا تو فرشتوں کی دعائیں اس کے حق میں مقبول ہونی بند ہو جائیں گی۔

پس (البیت) میں آنے والوں کیلئے میں اسی مضمون پر اب اس خطبے کو ختم کرتا ہوں کہ اپنے (البیت) میں آنے کا حساب کیا کریں اور کوشش کریں کہ آپ کا (البیت) میں آنا آپ کیلئے ہمیشہ درجات کی بلندی کا موجب بنا رہے۔ (البیت) میں بیٹھنا بھی درجات کی بلندی کا موجب بنے۔ (البیت) میں بیٹھ کر ایسی باتیں نہ کیا کریں کہ بظاہر نماز کا انتظار ہو رہا ہے لیکن ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کی باتیں ہو رہی ہیں یا اپنے مشاغل کی باتیں ہو رہی ہیں جو سارا ثواب ضائع کر دیں گی۔ پس جو اعلیٰ درجے کے مضامین حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں ان پر غور کر کے ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

تربیت اولاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے محبت و شفقت کا پاک نمونہ

ایڈیٹر

ہر قوم اپنی آئندہ نسلوں کا روشن اور بہتر مستقبل چاہتی ہے اور اسے حالات کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑتی۔ قوم کے دانشور اور مفکر سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں کہ نئی نسل کی تعلیم و تربیت کیلئے کیا لائحہ عمل ہو جسے اختیار کر کے ان کی تابندہ روایات تابندہ ہی رہیں۔

ہماری خوش بختی ہے کہ ہمارے پاس تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیا ہوا آفاقی دستور ہے۔ ایک عظیم الشان لائحہ عمل ہے جو ہر لحاظ سے دائمی اور مکمل ہے۔ جس نے انسان کو اس کے مقام سے روشناس کرایا اور اس پر عمل پیرا ہو کر ایک حسین تہذیب و تمدن نے جنم لیا۔ اور پھر یہ احساس تو قرآن کریم نے بار بار دلایا کہ انسان خواہ کسی بھی مقام و مرتبہ کا ہو اس پر کچھ ذمہ داریاں ہیں اس نے صرف اپنے آپ کو ہی نہیں بلکہ اپنے اہل و عیال کو بھی امن و سکینت کے مقام پر کھڑا کرنا ہے اور ان کو مسکنت اور ہلاکت کی راہوں سے بچانا ہے۔ اور یہ بات بھی اطمینان بخش ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے پاکیزہ نمونہ سے زندگی کے ہر پہلو میں راہنمائی ملتی ہے۔ نئی نسل کی تربیت اور اعلیٰ اقدار و اخلاق کیلئے آپ کے ارشادات سے قدم قدم پر راہنمائی ملتی ہے جس کا ذکر سطور ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

اولاد کی تربیت کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کے پہلو کو مقدم فرمایا ہے۔ چنانچہ جب ازدواجی تعلقات کا آغاز ہوتا ہے تو اس وقت اس کے مس شیطان سے پاک رکھے جانے کی دعا سکھائی گئی اور یہ بھی فرمایا کہ اگر ان کیلئے بچہ مقدر ہو گا تو شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔ آپ نے فرمایا:۔

لو ان احدکم اذا اتی اھلہ قال: بسم اللہ، اللھم جنبنا الشیطن، وجنب الشیطان ما رزقتنا فقضی بینھما ولد لم یضرہ (بخاری کتاب الدعوات باب مایقول اذا اتی اھلہ)

یعنی اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے تو یہ کہے اللہ کے نام کے ساتھ، اے میرے اللہ ہمیں شیطان سے بچا اور اس بچے کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ جو تیری عطا ہو۔ اگر ان کے لئے بچہ مقدر ہو گا تو وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

یہ دعا جب ایسے وقت میں کی جا رہی ہو تو نفسانی جذبات ان پر غالب ہوں تو اس وقت نیکی کی طرف رجحان اور منفی

تحریکات سے نفرت ایک مومن کیلئے محبت الٰہی کو مقدم رکھنے کا ثبوت ہے اور یقیناً ایسے وقت میں رحمت رب کریم جوش میں آتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا قبول فرماتا ہے۔ پس یہ وہ راہ ہے جو دور رس نتائج کی حامل ہے اور اسے ازدواجی زندگی کے ابتلاء سے اختیار کرنا چاہئے۔

O

پھر بچے کی ولادت کے ساتھ ہی یہ ہدایت دی گئی ہے کہ نومولود کو توحید کا سبق دیا جائے۔ وہ بچہ جو دین فطرت پر پیدا ہوا ہے وہ دین حق ہی کی آواز سنے۔ چنانچہ ہدایت ہے کہ بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ یعنی توحید کا مژدہ سناتے ہی یہ تاثر دیا جائے کہ اب بچے کی عملی زندگی کا بھی آغاز ہو چکا ہے اور بچے کے والدین کو اس کی تربیت پر توجہ دینی شروع کر دیں۔

O

والدین کیلئے حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ تم اپنے اور اپنے آباء و اجداد کے ناموں سے پہچانے جاؤ گے۔ فرمایا "فاحسنوا اسمائکم" (ابوداؤد کتاب الادب باب فی تفسیر الاسماء)

پس تم اچھے اچھے نام رکھا کرو۔

حضرت ابو وہب جشمی کی ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ناموں جیسے اپنے بچوں کے نام رکھو اور عبداللہ، عبدالرحمٰن نام اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں اور حارث اور ہمام بھی اچھے اور سچائی کے قریب نام ہیں۔

نام رکھے جانے کے بارہ میں بھی اولاد کی تربیت کی طرف راہنمائی کی گئی ہے کہ والدین نام رکھتے وقت یہ بات مدنظر رکھیں کہ نام کے ناطہ سے بچوں میں وہ خوبیاں پیدا کرنی ہیں اور ان میں عبد بننے کی صلاحیتیں اجاگر کرنی ہیں۔ جو نام رکھے جائیں نیک تفاول کے طور پر بھی ہوں اور بامعنی بھی اور نیک سیرت کو تشکیل دینے والے ہوں۔ نہ کہ بے معنی اور حقارت آمیز نام جس سے کوئی چڑ یا نفرت پیدا ہو۔ چنانچہ اگر کوئی نادانی سے کوئی بے معنی سا نام رکھ دیتا تو آنحضرت ﷺ کا طریق یہ تھا کہ آپ اس نام کو تبدیل فرما دیا کرتے تھے کیونکہ نام کا اثر بھی بچے کی شخصیت پر پڑتا ہے۔

O

بچے کی تربیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے یہ بھی توجہ دلادی کہ بچہ فطرت صحیحہ لے کر دنیا میں آتا ہے۔ اس لئے والدین کو چاہئے کہ اسے فطرت صحیحہ پر ہی قائم رکھنے کی جدوجہد کی کریں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

"مامن مولود الا یولد علی الفطرہ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ

(مسلم کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطر)

کہ نہیں کوئی بچہ پیدا ہوتا مگر فطرت صحیحہ (اسلامیہ) پر۔ پس اس کے والدین اسے یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی (یعنی بچے پر اس کا ماحول اثر انداز ہوتا ہے)

اس ارشاد نبوی ؐ سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ہر بچہ تو فطرت صحیحہ اسلامیہ پر پیدا کیا گیا ہے اور دنیا میں آکر اس کا ذہن ایک صاف تختی کی طرح ہے اب اس صاف و شفاف ذہن کے عطیہ پر دھیان رکھنا ہے کہ اس کے ذہن پر دین فطرت کے نقوش ہی ثبت ہوں اور اس پر ماحول کے غلط اثرات نہ پڑیں۔

O

تربیت کیلئے علم سکھانا

اولاد کی تربیت کیلئے بچے کے ہوش سنبھالتے ہی علم سکھانا نہایت ضروری ہے۔ علم کی روشنی بچے کے ذہن کو جلا بخشتی ہے۔ اسے علم کے ذریعہ کھرے اور کھوٹے اچھے اور برے کی تمیز ہوتی ہے۔ بہت سارے تجربات و مشاہدات اس کے علم سیکھنے سے آتے ہیں جس سے وہ اپنی راہ متعین کرتا ہے اور بعض امور سے عبرت پکڑتا ہے اور کسی غلط کام سے رک جاتا ہے۔ اسی لئے طلب علم کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"طلب العلم فریضہ علی کل مسلم و مسلمہ" (ابن ماجہ)

کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت کیلئے فرض ہے۔

پھر علم کا آغاز بچپن کی عمر کو قرار دیا۔ آنحضرت نے فرمایا "اطلبوا العلم من المھد الی اللحد" کہ تم بچپن کی عمر سے لے کر بڑھاپے تک حصول علم کیلئے جدوجہد کرتے رہو۔

ان احادیث میں حصول علم کیلئے ہر مرد و عورت کو بلا امتیاز عمر کے خواہ وہ بچہ ہے یا بوڑھا' خواہ قریب سے علم حاصل ہو یا دور جانا پڑے' سہولت سے حاصل ہو یا مشقت سے' راستہ پر امن ہو یا خطرات ہوں' علم کے حصول کی تلقین کی گئی ہے۔ دین حق کی بنیاد یقینی علم پر ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا۔ پس اس کا حصول ضروری ہے۔ علم خواہ کسی ذریعہ سے

ملے۔ آنحضرت ﷺ نے ضروری قرار دیا اس لئے بچپن کی عمر میں تعلیم دلانا والدین کا فرض ہے جس سے اولاد کی احسن رنگ میں تربیت اور نشوونما ممکن ہے۔

O

تربیت اولاد کیلئے دعا

تربیت اولاد بڑی محنت اور مسلسل جدوجہد چاہتی ہے۔ قدم قدم پر بچوں کو راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر اس سلسلہ میں بچے کے والدین سے لغزش بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے انسانی کمزوریوں کے پیش نظر والدین کیلئے اپنی اولاد کیلئے دعا کرنا نہایت ضروری ہے تا ان کی کمزوری تربیت میں حائل نہ ہو۔ پھر والدین کی دعا کو تو مستجاب قرار دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ثلاث دعوات مستجابات لاشک فیھن دعوہ الوالد ودعوۃ المسافر و دعوۃ المظلوم (جامع ترمذی)

یعنی تین دعائیں مقبول بارگاہ الٰہی ہیں جن کی قبولیت میں کوئی شک نہیں۔ والدین کی دعا (اولاد کیلئے) مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔

تربیت کا معاملہ جو نہایت اہم ہے اور بچے کی ربوبیت میں ماں باپ سے جو کمی اور کوتاہی رہ جاتی ہے اس کی کامل ربوبیت کیلئے حقیقی مربی کو پکارنا اور اس کے حضور التجائیں کرنا یقیناً بچوں کیلئے اثر انگیز ثابت ہوتا ہے اور رحمت باری ظہور میں آتی ہے۔

O

اکرام اولاد کا تربیت پر اثر

ہر فرد خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اپنی اہمیت' عزت اور وقار چاہتا ہے۔ اور اسے مناسب اہمیت دینا احساس کمتری کو ختم کرتا ہے۔ احساس کمتری ایسی مرضی ہے جو افراد اور قوموں کو اٹھنے نہیں دیتی۔ اولاد کے اندر اس کی عزت اور وقار پیدا کرنا تربیت اور اچھی نشو و نما کیلئے بہت ضروری ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اولاد کی عزت کرنے کو حسن ادب سے منسلک کیا ہے۔ فرمایا:۔

"اکرموا اولادکم واحسنوا ادبھم" (ابن ماجہ ابواب الادب باب برالوالد)

یعنی اپنی اولاد کی عزت کرو اور ان کے ادب و اخلاق کو احسن بناؤ۔ اس ارشاد نبویؐ سے واضح ہے کہ بچے کو بات بات پر ٹوکنا اسے تضحیک و تمسخر اور طنز کا نشانہ بنانا اس کی اہانت اور ذلت کا موجب بنتا ہے۔ جس سے بچے کے دل میں نفرت اور چڑ کی عفونت پیدا ہو کر اسے ادب و اخلاق کی خوشبو حاصل نہیں کرنے دیتی۔ محبت اور پیار سے جو عزت و وقار بچے کو دیا جائے گا اس کے نتیجہ میں اولاد کے اندر ادب و احترام اور اطاعت کا مادہ پرورش پائے گا۔

فرمایا اپنے بچوں کی عزت کرو اور ان کی اچھی تربیت کرو۔

عزت و اکرام ہر ایک کا فطری حق ہے اور اس کے نتیجہ میں ہی ہمدردی اور شفقت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ جس کے ساتھ عزت و اکرام سے پیش آیا جائے وہ زیادہ توجہ اور رغبت سے نصیحت کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔ اسی لئے اکرام کو حسن ادب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اکرام کی ہدایت میں یہ حکمت پائی جاتی ہے کہ اکرام کا نتیجہ لازماً یہی ہو گا کہ اولاد اچھی تربیت حاصل کرے گی۔

O

تربیت اولاد کیلئے خرچ کرنے کی فضیلت

مال و دولت ہر شخص کو نہایت عزیز دکھائی دیتی ہے اور پھر مال اور اولاد کو ایک آزمائش بھی قرار دیا گیا ہے۔ اب دو آزمائشوں میں سے اولاد کی نعمت کو مال و دولت پر ترجیح دی گئی ہے۔ والدین اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت اور ان کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں۔ تاکہ کوئی بھی ان میں سے فقر و فاقہ سے دو چار نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: افضل دینار ینفقہ الرجل دینار ینفقہ علی عیالہ و دینار ینفقہ علی دابتہ فی سبیل اللہ و دینار ینفقہ علی اصحابہ فی سبیل اللہ (مسلم کتاب الزکوہ باب فضل النفقہ علی العیال والمملوک)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین دینار (روپیہ پیسہ) جو انسان خرچ کرتا ہے وہ ہے جو وہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے یا اللہ کی راہ میں پالے گئے جانور پر خرچ کرتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد میں شریک ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔

پھر حضرت سراقہ بن مالکؓ سے روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الا ادلکم علی افضل الصدقہ ابنتک

مردودہ الیک لیس لھا کاسب غیرک (ابن ماجہ ابواب الادب باب برالدالد والاحسان الی البنات)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں بہترین صدقہ کے بارہ میں نہ بتاؤں؟ تمہاری لوٹی ہوئی (یعنی مطلقہ یا بیوہ کے بطن سے) بیٹی جس کا تمہارے سوا کوئی کمانے والا نہیں اس کی ضروریات کا خیال رکھنا بہترین صدقہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کے ان ہر دو ارشادات میں اولاد جب تعلیمی معاشی ضروریات کیلئے اپنے باپ کی مرہون منت ہے اس پر واجب قرار دیا گیا کہ وہ اس افضل صدقہ یعنی خرچ کرنے کی نیکی کو اختیار کرے۔

اولاد پر خرچ کرنے کے عمل کو موجب شفقت اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ چنانچہ بخاری کتاب الزکوۃ میں حضرت عائشہؓ کا یہ واقعہ درج کیا گیا ہے کہ ایک عورت میرے پاس آئی جس نے دو بچیاں اٹھا رکھی تھیں میں نے ان کو تین کھجوریں دیں اس نے دونوں بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دے دی اور ایک کھجور اپنے منہ میں ڈالنے لگی لیکن یہ کھجور بھی اس کی بیٹیوں نے اس سے مانگ لی اس پر اس نے کھجور کے دو حصے کئے اور دونوں کو ایک ایک حصہ دے دیا مجھے اس ماماتا کے پیار پر تعجب ہوا اور میں نے اس کا ذکر آنحضرت ﷺ سے کیا آپ نے فرمایا:۔

ان اللہ قد اوجب لھا بھا الجنۃ او اعتقھا بھا من النار (باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ)

اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی وجہ سے اس کے لئے جنت واجب کردی۔ یا فرمایا کہ اس وجہ سے اس کو آگ سے بچالیا۔

ان احادیث سے اولاد کی جسمانی علمی اور معاشی ضروریات پر خرچ کرنے کی کس قدر فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ایسا خرچ کرنا یقیناً افضل و اعلیٰ ہے جس سے اولاد کی حسن تربیت ہو سکے۔

O

تربیت اولاد کا ذریعہ شفقت و محبت اور آنحضرت ﷺ کا پاک نمونہ

اولاد کی تربیت کا انحصار بچوں کے ساتھ شفقت و محبت کے سلوک پر بھی ہے اور بچوں پر اس کے اچھے اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ جو بات پیار اور محبت سے بچے کو سمجھ آسکتی ہے اور وہ اسے نہایت بشاشت سے قبول کرتا ہے وہ کبھی سختی سے نہ سمجھ آسکتی ہے قبول کرتا ہے۔ جبر سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور جونہی جبر ہٹے گا تو بچہ پھر اپنی مرضی کرے، گا چنانچہ یہ طریقہ تربیت اولاد کے لئے مفید نہیں ہے۔

اس بارہ میں ہمارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا مبارک نمونہ بھی شفقت اور پیار کا نظر آتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب کبھی حضرت فاطمہؓ حضور ﷺ سے ملنے کیلئے آتیں تو حضور ﷺ کا آپ سے سلوک محبت اور

پیار کا ہی ہوتا۔ ابوداؤد میں روایت ہے۔

"قام الیھا فاخذ بیدھا فقبلھا واجلسھا فی مجلسہ وکان اذا دخل علیھا قامت الیہ فاخذت بیدھا فقبلتہ واجلستہ فی مجلسھا (ابوداؤد کتاب الادب باب فی القیام)

حضور ﷺ ان (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) کیلئے کھڑے ہو جاتے ان کے ہاتھ کو پکڑ کر چومتے اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب حضور ﷺ ملنے کیلئے حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیتیں اور اپنے خاص بیٹھنے کی جگہ پر حضورؐ کو بٹھاتیں۔ حضرت عائشہؓ سے ایک اور روایت ہے۔

قدم ناس من الاعراب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اتقبلون صبیانکم.....فقالو.... واللہ لانقبل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او املک ان کان اللہ نزع منکم الرحمہ..... (مسلم کتاب الفضائل باب الرحمہؐ الصبیان والعیال)

کہ کچھ اعرابی لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ نے فرمایا کیا تم اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہو؟ وہ بولے خدا کی قسم ہم تو بوسہ نہیں دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تو اختیار نہیں کہ جب تمہارے دل سے رحم نکالا جا چکا ہے (تو میں کیا کر سکتا ہوں)

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ اقرع بن حابس نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ حضرت امام حسنؓ کو بوسہ دے رہے ہیں تو اس نے کہا:۔

"ان لی عشرہ من الولد ماقبلت واحدا منھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ من لایرحم لایرحم" (مسلم کتاب الفضائل)

یا رسول اللہ میرے دس بچے ہیں میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی بوسہ نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا جو رحم نہ کرے گا خدا بھی اس پر رحم نہ کرے۔

بچوں کے ساتھ حضرت اقدس ﷺ کی شفقت و محبت کا یہ عمل اور ان تعلیمات سے مقصود احسن رنگ میں بچوں کی تربیت کرنا ہے۔ جب بچوں کے ساتھ ایسی ہمدردی اور محبت ہوگی تو وہ تربیتی امور میں بھی اپنے والدین اور بزرگوں کے اثرات قبول کرے گا۔ اس طرح تربیت کا کام سہل ہوگا۔

O

صغر سنی میں نماز ۔ تربیت کا اہم ذریعہ

جب بچے کی عملی زندگی کا آغاز ہو جاتا ہے اور وہ سن شعور کو پہنچتا ہے تو والدین کیلئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ اولاد کو عبادت نماز کی طرف متوجہ کریں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر" (ابوداؤد باب متی یومر الغلام بالصلوٰۃ)

جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کی تاکید کرو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو (نماز کیلئے) سختی بھی کرو۔

نماز بچوں کی تربیت کا ایک بہترین ذریعہ ہے اس سے بچوں کے اندر وہ اوصاف اقدار قائم ہو جاتے ہیں جو بڑے ہو کر ہر میدان میں ان کیلئے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اگر بڑے بچوں کو نماز کیلئے ساتھ لے کر جائیں تو یہ ساتھ لے جانا ہی امر کا رنگ رکھتا ہے اور سات سال کی عمر سے اس کا آغاز ہو جانا چاہئے۔ جب بچہ اپنے باپ کے قدم سے قدم ملا کر نماز کیلئے جا سکتا ہے۔ مگر قدرے زیادہ عمر جو دس سال کی ہے جب بچہ کھیل کود وغیرہ مشاغل میں پڑتا ہے تو اس کے عبادت سے غفلت کرنے کا امکان ہے ایسے مواقع پر آنحضرت ﷺ نے بچے کے ساتھ قدر سخت طریق اختیار کرنے کا حکم دیا اور یہ سختی مثل ایک کڑوی دوائی کے ہے جو بالآخر روحانی صحت کیلئے مفید ثابت ہوتی ہے اس طرح تربیت کا مرحلہ آسان ہو جاتا ہے اور پھر بچوں کیلئے نماز کی ادائیگی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔

اس طرح روزہ میں بھی بچوں کو سحری کے وقت اٹھانا سحری کھلانا جس میں برکت رکھی گئی ہے اور پھر بلوغت سے قبل کچھ روزے رکھنے کی عادت ڈالنا بھی تربیت کا ایک اچھا ذریعہ ہے۔ تاکہ بچہ جب اپنی بلوغت کو پہنچے تو اسے مکمل روزے رکھنا اور رمضان کی دیگر عبادات بوجھل محسوس نہ ہوں۔

O

اولاد کی حسن تربیت

اولاد کی تربیت کو حضور ﷺ نے ایک افضل و اعلیٰ تحفہ قرار دیا ہے۔ انسان تحفہ کو پسند بھی کرتا ہے اور اس میں اپنی عزت افزائی سمجھتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مانحل والد ولدہ من نحل افضل من ادب حسن (ترمذی ابواب البر والصلہ فی ادب الولد)

یعنی اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنے بیٹے کو دے سکتا ہے۔

جس طرح ایک تحفہ اور ہدیہ تحفہ دینے والے اور لینے والے کے لئے اچھی اور خوشگوار یاد قرار پاتا ہے اور اسے کبھی ضائع نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح حسن ادب اور اچھی تربیت کے تحفہ کی قدر بھی ضروری ہے۔ جس سے والدین کی بھی عزت افزائی ہوتی ہے اور اولاد بھی اسے حرز جان بنائے رکھتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اس حسن تربیت کو ایک تحفہ قرار دے کر یہ ترغیب فرمائی کہ والدین اپنی اولاد کی اچھی تربیت کریں اور انہیں تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کریں۔ یقیناً ان کا یہ عمل نئی نسلوں کے لئے ظاہری ترکہ و وراثت سے زیادہ بہتر ثابت ہوگا۔ پس حسن تربیت ایک قیمتی اور بیش بہا اثاثہ ہے اور اسی سے قوم کا روشن مستقبل وابستہ ہے۔

دستور اساسی کے قواعد میں ترمیمات

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس انصار اللہ پاکستان کے دستور اساسی میں مندرجہ ذیل قواعد میں ترمیم منظور فرمائی ہے۔

موجودہ قاعدہ	ترمیم شدہ قاعدہ
1۔ قاعدہ نمبر39 "صدر مجلس کا انتخاب تین سال کیلئے ہوگا"	قاعدہ نمبر39 "صدر مجلس کا انتخاب دو سال کیلئے ہوگا"
2۔ قاعدہ نمبر52 "زعیم اعلیٰ/زعیم کا انتخاب تین سال کیلئے ہوگا"	قاعدہ نمبر52 "زعیم اعلیٰ/زعیم کا انتخاب دو سال کیلئے ہوگا"
3۔ قاعدہ نمبر55 "مجلس عاملہ مقام کے اراکین کی نامزدگی تین سال کیلئے ہوگی۔ ماسوا اراکین مجلس عاملہ ربوہ جن کی نامزدگی ایک سال کیلئے ہوگی"	قاعدہ نمبر55 "مجلس عاملہ مقام کے اراکین کی نامزدگی دو سال کیلئے ہوگی۔ ماسوا اراکین مجلس عاملہ ربوہ جن کی نامزدگی ایک سال کیلئے ہوگی"
4۔ قاعدہ نمبر58 "زعیم حلقہ کا انتخاب تین سال کیلئے ہوگا"	قاعدہ نمبر58 "زعیم حلقہ کا انتخاب دو سال کیلئے ہوگا"
5۔ قاعدہ نمبر61 "مجلس عاملہ حلقہ کے اراکین کی نامزدگی تین سال کیلئے ہوگی"	قاعدہ نمبر61 "مجلس عاملہ حلقہ کے اراکین کی نامزدگی دو سال کیلئے ہوگی"
6۔ قاعدہ نمبر115 "صدر مجلس کو اختیار ہوگا کہ بغیر وجہ بتائے کسی عہدیدار کے تقرر کو نامنظور کردیں۔ نامنظور شدہ رکن تین سال کیلئے دوبارہ منتخب یا نامزد نہیں ہو سکے گا"	قاعدہ نمبر115 "صدر مجلس کو اختیار ہوگا کہ بغیر وجہ بتائے کسی عہدیدار کے تقرر کو نامنظور کردیں۔ نامنظور شدہ رکن دو سال کیلئے دوبارہ منتخب یا نامزد نہیں ہو سکے گا"

قائد عمومی

امامِ وقت

اطاعت میں محمدؐ کی "مسیحائے زماں" آیا
خدا کے فضل و رحمت کا جہاں میں اِک نشاں آیا

خزاں نے کر دیا تھا گلستانِ دیں کو پژمردہ
بہارِ جاوداں لے کر ہمارا باغباں آیا

ہوئی معدوم جس سے ظلمتِ ادیانِ باطل سب
وہ تنویرِ مجسّم ماہِ کامل ضُوفشاں آیا

عبث ہے انتظارِ ابنِ مریم آسماں پر سے
مثیلِ ابنِ مریم جب ہمارے درمیاں آیا

رہی ہیں منتظِر اقوامِ عالم مدّتوں جس کی
وہ "مہدی" "وہ مسیحا" "وہ کرشنا" قادیاں آیا

خدا کے نور کا مظہر بروزِ حُسنِ پیغمبر
امامِ مہدیِ موعود لاریب و گماں آیا

اشاعت دینِ احمد کی تھی جس کے دم سے وابستہ
غلامِ احمدِ مُرسل، امامِ آخر زماں آیا

خزینے علم و عرفاں کے امامِ وقت نے بخشے
مبارک صد مبارک ہے ہمارا مہرباں آیا

وہ "سلطان القلم" لایا جدید علمِ کلام اپنا
عطا جس نے کیا ہم کو نیا رنگِ بیاں آیا

ثریّا سے ہے لایا پھر زمیں پر دولتِ ایماں
وہ "رَجلِ فارسی" جس کا نوشتوں میں بیاں آیا

خوشا بختی ہماری شادؔ پایا عہدِ بابرکت
مِلا ہے گوہرِ مقصود اپنا دلِستاں آیا

محمد ابراھیم شادؔ

بسلسلہ "مسیح ہندوستان میں"

سیاح نبی

اسلامی لٹریچر میں حضرت عیسیٰؑ کے صلیب سے نجات پانے اور آپ کی سیاحت کا ذکر

تحریر:۔ نصیر احمد انجم۔ مظفر چوہدری

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مبارک تصنیف **"مسیح ہندوستان میں"** کا ایک باب "ان شہادتوں کے بیان میں جو تاریخی کتابوں سے ہم کو ملی ہیں" کے عنوان سے باندھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"چونکہ اس باب میں مختلف قسم کی شہادتیں ہیں اس لئے صفائی ترتیب کیلئے ہم اس کو کئی فصل پر منقسم کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

پہلی فصل ان شہادتوں کے ذکر میں جو ان اسلامی کتابوں سے لی گئی ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کی سیاحت کو ثابت کرتی ہیں۔" (مسیح ہندوستان میں' روحانی خزائن صفحہ جلد ۱۵ صفحہ ۶۶)

چنانچہ اس فصل میں مختلف اسلامی کتب کے حوالے سے حضرت مسیح علیہ السلام کی سیاحت کے واقعات بیان کرنے اور ان کا تجزیہ کرنے کے بعد اس فصل کا خاتمہ حضرت اقدس علیہ السلام نے یوں فرمایا ہے۔

"اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سیاح ہونا اس قدر اسلامی تاریخ سے ثابت ہے کہ اگر ان تمام کتابوں میں سے نقل کیا جائے تو میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مضمون اپنے طول کی وجہ سے ایک ضخیم کتاب ہو سکتی ہے۔ اس لئے اسی پر کفایت کی جاتی ہے۔" (مسیح ہندوستان میں' روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۶۶)

ذیل کے مضمون میں ہم نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کو مدنظر رکھ کر اسلامی کتابوں میں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی سیاحت کے واقعات جمع کئے ہیں۔ ان تمام واقعات کو اگر روایت و درایت کے اصولوں کو ملحوظ رکھ کر پرکھا جائے تو آپ کے طویل سفروں کا حال اور صلیبی موت سے نجات ایک مربوط داستان کی طرح ابھر کر سامنے آتی ہے۔

اسلامی علماء و مورخین کا رابطہ چونکہ ابتدائے اسلام سے ہی مشرقی عیسائیت کے ساتھ بڑے پیمانے پر ہوا اسلئے ابتدائی عیسائی روایات اور لٹریچر کا معتدبہ حصہ اسلامی تواریخ اور کتب تفاسیر و روایات میں محفوظ ہو گیا۔ ان سے زیادہ اہم حصہ وہ احادیث مبارکہ ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سفروں اور سیاحت کا بیان ہے۔

(ا) لغت سے ثبوت:۔ سب سے پہلے ہم عربی لغت کو لیتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"ایسا ہی "لسان العرب" کے صفحہ ۴۳۱ میں لکھا ہے قیل سمی عیسی بمسیح لانہ کان سائحا فی الارض لا یستقر یعنی عیسیٰ کا نام مسیح اس لئے رکھا گیا کہ وہ زمین میں سیر کرتا رہتا تھا اور کہیں اور کسی جگہ اس کو قرار نہ تھا۔ یہی مضمون تاج العروس شرح قاموس میں بھی ہے۔"

(مسیح ہندوستان میں' روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۷)

"لسان العرب" میں ہے۔

"وقیل سمی بہ لانہ کان سائحا فی الارض لا یستقر...... و قال ابو عباس سمی مسیحا لانہ کان یمسح الارض ای یقطعھا......"

(ابن منظور۔ لسان العرب۔ طبع مصورہ عن طبع بولاق الموسسہ المصریہ العامہ الدار المصریہ۔ للتالیف و الترجمہ)

اور کہا جاتا ہے کہ آپ کو مسیح کا نام اس لئے دیا گیا کہ وہ زمین میں سیر کرتے رہتے تھے اور کہیں اور کسی جگہ آپ کو قرار نہ تھا...... اور ابو عباس نے کہا ہے کہ آپ کو مسیحا اس لئے کہا گیا کہ آپ زمین کی سیاحت کرتے تھے یعنی اس میں سفر کرتے تھے۔

"تاج العروس" میں ہے۔

...... فقال بعضھم سریانیہ واصلھا مشیحا بالشین المعجمہ فعربتھا العرب و کذا ینطق بھا الیھود..... ثم اختلفوا فقال الاولون مفعل من ساح یسیح فی بلدان الدنیا واقطارھا جمعیھا...... و قال الاخرون مسیح مشتق من مسح اذا سار فی الارض و قطعھا فعیل بمعنی فاعل۔ والفرق بین ھذا و ماقبلہ ان ھذا یختص بقطع الارض و ذاک بقطع جمیع البلاد..... و من المجاز المسیح ھو الرجل "الکثیر السیاحہ وقیل وبہ سمی عیسی علیہ السلام لانہ مسح الارض بالسیاحہ وقال ابن السید سمی بذلک بجولانہ فی الارض و قال ابن سیدہ لانہ کان سائحا فی الارض لا یستقر" کالمسیح کسکین راجع للذی یلیہ وھو یصلح ان یکون تسمیہ بعیسی علیہ السلام

(تاج العروس فی شرح القاموس۔ الجزء الثانی صفحہ ۲۲۴ صفحہ ۲۲۵ سنہ ۱۱۹۲ ہجری۔ مصر)

چنانچہ بعض نے کہا ہے کہ یہ (لفظ) سریانی ہے اور اس کا اصل تلفظ شین معجمہ کے ساتھ "مشیحا" ہے۔ پھر عربوں نے

اسے معرب کر لیا اور یہودی اسے اسی طرح بولتے ہیں۔..... پھر انہوں نے اختلاف کیا (یعنی علماء نے ناقل) چنانچہ پہلا گروہ کہتا ہے کہ یہ ساح یسیح سے مفعل کے وزن پر ہے یعنی دنیا کے تمام علاقوں اور تمام اطراف میں سفر کرنے والا......
اور دوسروں نے کہا ہے کہ مسیح مسح سے مشتق ہے کہ وہ زمین میں چلا اور اسے عبور کیا اور فعیل بمعنی فاعل ہے اور ان دونوں (بیانات) میں فرق یہ ہے کہ موخر الذکر سے صرف زمین میں سفر کرنے سے مخصوص ہے اور اول الذکر تمام بلاد میں سفر کرنے سے...... اور مجازی طور پر مسیح اس شخص کو کہتے ہیں جو بہت سیاحت کرنے والا ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ اسی لئے (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کو یہ نام دیا گیا کیونکہ وہ سیاحت کے ذریعے زمین کی مساحت کرتے تھے۔ اور ابن سید نے کہا ہے کہ آپ کے زمین میں پھرنے کی وجہ سے آپ کو یہ نام دیا گیا۔ اور ابن سیدہ نے کہا ہے کہ (یہ نام اس وجہ سے آپ کو دیا گیا) کہ آپ زمین میں سیاحت کرتے رہتے تھے اور کسی جگہ آپ کو قرار نہ تھا......

"بحار الانوار" میں ہے۔

ابن عباس سے عطاء اور ضحاک نے بیان کیا ہے اور ابوعبیدہ بھی کہتے ہیں: "یہ (لفظ) سریانی میں مشیحا تھا سو اہل عرب نے اس کی تعریب کرلی" (جلد ۱۴ صفحہ ۲۲۱)

"الجزری کہتے ہیں...... آپ کو اس لئے مسیح کہتے ہیں کیونکہ آپ زمین کی مساحت کرتے تھے یعنی اسے عبور کرتے تھے۔" (ای یقطعھا) (بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۲۹۹)

"معالم التنزیل" میں ہے۔

"کہا جاتا ہے کہ آپ کو یہ نام اس لئے دیا گیا کہ آپ زمین میں سیاحت کرتے رہتے تھے اور ایک مقام پر نہیں ٹھہرتے تھے۔" (معالم التنزیل فی التفسیر و التاویل جز اول صفحہ ۴۶۶)

علامہ رازی نے لکھا ہے۔

"ابوعبیدہ اور اللیث کہتے ہیں کہ مسیح کی اصل عبرانی میں مشیحا ہے۔ عربوں نے اسے معرب کر دیا اور اس کا تلفظ تبدیل کر دیا......" (تفسیر کبیر۔ جلد ۲ صفحہ ۴۵۵، ۱۳۵۵ھ الطبعہ الاولیٰ۔ مطبع الخیریہ بجمالیہ۔ مصر)

"احمد بن یحیٰ کہتے ہیں کہ آپ کو مسیحا اس لئے کہتے ہیں کیونکہ آپ زمین کی مساحت کرتے تھے یعنی اسے عبور کرتے تھے۔" (ای یقطعھا) (تفسیر کبیر لعلامہ رازی صفحہ ۴۵۵)

"بدایہ والنہایہ" میں ہے۔

"کہا جاتا ہے کہ آپ مسیح اس لئے کہلائے کہ آپ زمین میں سفر کرتے تھے اور یہ (سفر) آپ کی سیاحت اور اپنے دین کی خاطر فرار ہونے کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں یہود نے آپ کی تکذیب کی اور آپ پر اور آپ کی والدہ پر افتراء کئے۔" (بدایہ والنہایہ جلد دوم صفحہ ۹۶)

بدایہ والنہایہ کی یہ روایت اس لحاظ سے بہت اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ

آپ کو فلسطین سے اپنے دین اور عقاید کی حفاظت کی خاطر فرار ہونا پڑا اگر مروجہ عقیدے کو دیکھا جائے تو ۳۰ء یا ۳۳ء کے دوران کھلے اور واضح الفاظ میں آپ کے اس قسم کے فرار کا کوئی ذکر نہیں ملتا نہ مروجہ اناجیل میں اور نہ Apocrypha میں۔ ہاں Aporypha میں اس قسم کے اشارات ملتے ہیں جن سے آپ کے صلیب سے بچ نکلنے کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً نکودیمس کی انجیل میں ہے کہ جب حکیم نکودیمس سے یہودیوں نے سوال کیا کہ مسیح قبر سے کہاں غائب ہو گیا تو نکودیمس نے جواب دیا کہ جب ایلیاء نبی کا رفع ہوا تھا تو تم نے اس سے یہ مراد لی تھی کہ وہ پہاڑوں پر چلا گیا ہے۔ لہٰذا تم نے اگر مسیح کو تلاش کرنا ہے تو پہاڑوں پر تلاش کرو۔

سوال یہ ہے کہ اسلامی کتب میں آپ کے جن طویل سفروں اور مصائب و تکالیف کا ذکر ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ تمام عمر آپ اپنا دین بجائے نگری نگری پھرتے رہے اور اس وقت کی معلوم دنیا کے بڑے حصے میں سفر کئے ان کا ذکر آپ کی مزعومہ تین سالہ مختصر مدت نبوت میں تو کہیں بھی نہیں ملتا؟ ہاں جن علاقوں میں آپ گئے وہاں کے مقامی لٹریچر اور قدیم مشرقی عیسائی لٹریچر میں ان واقعات کی تصدیق ملتی ہے ان کا ذکر آگے آئے گا۔

سردست لفظ مسیحا کی بحث مقصود ہے۔ ذکر ہو چکا ہے کہ مسیحا عبرانی یا سریانی کا "مشیحا" ہے چنانچہ مشرق میں آپ جس علاقے میں بھی گئے وہاں آپ کے نام کے ساتھ یہ لقب استعمال ہوتا رہا۔ مثلاً

(۱) عراق اور ایران میں عیسیٰ مسیحا
(۲) افغانستان میں عیسیٰ مسیح ناصری کشمیری اور اس مسا
(۳) ہندوستان اور کشمیر میں عیشا مسی
(۴) چین میں می مشی ہو
(۵) لداخ اور تبت میں ایشو مَیا

(۲) صلیب سے نجات:۔

لغت کی بحث کے بعد ہم اسلامی کتب سے وہ بیانات درج کریں گے جن سے معلوم ہو گا کہ واقعہ صلیب کے بعد آپ زندہ سلامت فلسطین سے ہجرت کر گئے تھے۔

"بحار الانوار" میں ہے۔

"....... وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ ناقل) بیت المقدس میں آئے اور انہیں تینتیس برس تک اس امر کی طرف دعوت دیتے اور راغب کرتے رہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ حتی کہ یہود نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ (حتی طلبتہ الیہود) اور دعویٰ کیا کہ انہوں نے آپ کو عذاب دیا اور زمین میں زندہ دفن کر دیا تھا۔ اور ان میں سے بعض نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے آپ کو قتل کر دیا اور صلیب دے دی....... لیکن وہ انہیں

عذاب دینے یا دفن کرنے یا قتل کرنے یا صلیب دینے پر قدرت نہ پا سکے...... **لیکن اللہ نے ان کو وفات دینے کے بعد ان کا رفع فرمالیا.......** (آگے ذکر ہے کہ رفع سے قبل آپ نے **شمعون** بن حمون کو اپنا جانشین بنایا)...... یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) نے **شمعون** کو بلا لیا اور اپنے صالح بندوں میں سے ایک نبی بھیجا جو یحیٰی بن ذکریا تھے۔" (بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۲۴۹۔۲۵۰)

ابن خلدون لکھتے ہیں۔

(یعقوب بن یوسف بن نجار کی روایت درج کرتے ہوئے)

"...... جب یہود نے اپنے خیال میں جناب مسیح کو صلیب دے دی اور سات روز تک ان کی لاش کو صلیب پر لٹکائے رکھا (یہ بات قابل قبول نہیں کیونکہ دوسرے تمام ماخذ چند گھنٹوں کے اندر اندر آپ کے صلیب سے اتارے جانے پر متفق ہیں۔ ناقل) تو ایک دن حضرت مریم روتی ہوئی صلیب کے قریب آئیں تو حضرت عیسیٰ بھی وہیں تشریف لے آئے اور فرمایا کہ آپ کوئی غم مت کریں۔ مجھے کوئی نقصان اور تکلیف نہیں پہنچی۔ اللہ تعالیٰ نے میرا رفع فرما لیا ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ جس میں وہ شبہ میں ڈالے گئے ہیں آپ اطمینان رکھیں اور میرے حواریوں سے کہہ دیں کہ وہ مجھے فلاں مقام میں ملاقات کریں۔ چنانچہ حواری اطلاع ملتے ہی مقررہ مقام پر پہنچ گئے اور آپ سے اس کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان سب کو تبلیغ کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ مختلف سمتوں میں پھیل جاؤ اور احکام الٰہی کی اشاعت و تبلیغ میں مصروف ہو جاؤ۔" (تاریخ ابن خلدون۔ جلد دوم صفحہ ۱۴۷)

اکمال الدین میں ہے۔

"مسیح علیہ السلام غائب ہو گئے تاکہ اس عرصے میں زمین کی سیاحت کریں اور آپ کی قوم اور آپ کے گروہ کو آپ کی کوئی خبر نہیں تھی۔ پھر آپ ظاہر ہوئے اور شمعون بن حمون علیہ السلام کو اپنا جانشین بنایا......"

(اکمال الدین صفحہ ۹۶ بحوالہ بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۳۴۶، ۳۴۷)

تاریخ انبیاء میں یہ ذکر کیا گیا ہے۔

"اسی طرح تاریخ انبیاء نامی ایک قلمی کتاب میں جو کشمیر سے دستیاب ہوئی تھی یہ درج ہے کہ **واقعہ صلیب سے سات روز بعد حضرت عیسیٰ** نے حضرت یحیٰی بن ذکریا، حضرت مریم علیہا السلام اور بعض حواریوں سے ملاقات فرمائی تھی۔" (تاریخ انبیا صفحہ ۲۲۹ بحوالہ تحقیق جدید جلد ۴ صفحہ ۴۶، ۴۷ از حضرت مفتی محمد صادق....)

(۴) مسیح کی ہجرت:۔

ابن عساکر نے حسن کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن زاہدوں کے سردار ہوں گے اور اپنا دین بچا کر فرار ہونے والے قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہ السلام کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔"

(درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۹' البدایہ والنہایہ جلد ۲ صفحہ ۸۸)

اصول کافی میں ہے۔

"داؤد الرقی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام (مراد حضرت؟) سے سنا آپ فرماتے تھے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کی عادت میں علاقوں کی سیاحت کرنا شامل تھا۔ چنانچہ آپ اپنے ایک سفر پر نکلے اور آپ کے ساتھ آپ کے حواریوں میں سے ایک شخص تھا....." (اصول کافی ۲: صفحہ ۳۰۶' ۳۰۷ بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۲۵۴)

مندرجہ بالا بیان سے دو اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ یہ کہ وفات سے قبل جسمانی رفع کا عقیدہ درست نہیں بلکہ اصل بات یہی ہے کہ آپ کا رفع بعد از وفات ہوا جو روحانی تھا اور جو تمام نیک روحوں کو حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو یہ مشہور ہے کہ مسیح کی زندگی کے اس حصے میں جو واقعہ صلیب سے قبل ہے آپ شہید کر دیئے گئے تھے غلط ہے بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ہجرت کے بعد حضرت یحیٰ علیہ السلام بعض علاقوں میں آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے مشن کو آگے بڑھاتے رہے اور یہی وہ عقیدہ تھا جو مشرقی عیسائیوں کا تھا۔ چنانچہ اس کا ثبوت مندرجہ ذیل حوالے سے ملتا ہے۔

"When the presence of strong Christian influences in Islam were observed, when Christian pilgrims entered the Holy Land from India, Persia, Abyssinia and other far_off lands, it was only a step to the genesis of that half Christian, half pagan myth of a mysterions priest_king Johan living amongst the huge mountains and vast deserts of inner Asia. After the crucifixion of Christ, ran the legend, he "Who had not seen death' and who was linked in people's minds with both John the Baptist and the favourite disciple of Jesus, had made his way unrecognized to Asia and there, untouched by age and death, had found an immense Christian Kingdom, whose royal master and highest priest he was.

The first step in the emergence of this fable was the visit to Pope Calixtus II at Rome, in 1122, of an alleged Bishop John, Patriarch of India, who had many marvellous things to relate.pp.363

Conquest by Man_ Translated from the German by Michael Bullock_ Hamish Hamiltion_ London. 1954. Western printing services Ltd. Bristol.

ترجمہ:۔ جب مضبوط عیسائی اثرات کی اسلام میں موجودگی مشاہدہ کی گئی' جب عیسائی زائرین ارض مقدم میں ہندوستان' فارس' ابی سینا اور دوسری دور دراز سرزمینوں سے داخل ہوئے تب سے ہی اس نصف مسیحی نصف مشرکانہ توہم کی طرف

ایک قدم بڑھایا گیا کہ ایک پراسرار پادری بادشاہ یوحنا وسط ایشیا کے بلند و بالا پہاڑوں اور وسیع و عریض صحراؤں میں رہتا ہے۔

قصہ یوں آگے بڑھتا ہے کہ مسیح کے واقعہ صلیب کے بعد اس نے جس نے موت کا منہ نہیں دیکھا تھا اور جو لوگوں کے دلوں میں یوحنا بپتسمہ دینے والے اور مسیح کے پسندیدہ حواری دونوں کے ساتھ زندہ تھا نامعلوم طور پر ایشیا کی طرف سفر اختیار کیا اور وہاں زمانے اور موت سے بے نیاز ایک بے حد وسیع عیسائی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ جس کا فرمانروا اور اعلیٰ ترین پادری وہی تھا......."

مندرجہ بالا اقتباس میں پریسٹر جان کے قصے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کی بنیاد غالباً حضرت یحیی علیہ السلام کے قتل سے بچ نکلنے اور ایشیا کے کسی مقام پر پوشیدہ ہو جانے میں معلوم ہوتی ہے۔

"تفسیر کبیر" میں ہے۔

"ابن جریر اور ابن عساکر نے مسدی سے ابی مالک کے حوالے سے اور انہوں نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جب اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور آپ کو دعوت دینے کا حکم فرمایا تو بنی اسرائیل آپ کے خلاف ہو گئے اور آپ کو جلاوطن کر دیا۔ (فاخرجوہ) چنانچہ آپ اور آپ کی والدہ (وہاں سے) نکل گئے اور زمین میں سیاحت کرنے لگے۔ پھر وہ ایک بستی میں ایسے شخص کے ہاں اترے جس نے انکی مہمان نوازی کی اور اس سے اچھا سلوک کیا۔ اس بستی میں ایک جابر بادشاہ رہتا تھا....."

(علامہ رازی۔ تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۶۱ در منثور جلد ۲ صفحہ ۳۳، ۳۴)

احادیث میں ہے۔

"(فرمایا) اللہ کے نزدیک محبوب ترین شے "غربا" ہیں پوچھا گیا "غربا" کیا چیز ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جو اپنا دین لے کر فرار ہوتے ہیں اور عیسیٰ ابن مریم کی طرف جمع ہو جاتے ہیں۔" (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۵۱)

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ غربا سے حواری ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے سب سے پہلے یہ تحقیق درج فرمائی کہ حواری بھی ہجرت کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غریب الوطنی کی زندگی گزارتے رہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"...... تاریخ کی رو سے ثابت ہے کہ حواری بھی کچھ تو حضرت عیسیٰ کے ساتھ اور کچھ بعد میں آ گئے تھے......... جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کے باقی اصحاب مختلف راہوں سے مدینہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جا پہنچے تھے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری مختلف راہوں سے مختلف وقتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جا پہنچے تھے۔" (براہین احمدیہ جلد پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۴۵۲۔ ۴۵۳)

بدایہ و النہایہ میں ہے۔

"محمد بن الولید بن ربان بن حبان ابی الحسن العقیلی المصری نے اپنے "ترجمہ" میں روایت کی ہے کہ ھانی بن

المتوکل الاسکندرانی نے حیوۃ بن شریح سے اور انہوں نے اولید ابن ابی ولید سے اور انہوں نے سفی بن نافع سے اور انہوں نے ابوھریرہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کی طرف وحی کی کہ اے عیسیٰ تو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہ تاکہ تجھے پہچان کر(اس کے نتیجے میں) تجھے ازیت نہ دی جائے۔" (بدایہ والنھایہ جلد دوم صفحہ ۸۸)

کنز العمال میں ہے۔

"اوحی اللہ تعالی الی عیسی ان یا عیسی انتقل من مکان الی مکان لئلا تعرف فتوذی" (کنزالعمال جلد ۲ صفحہ ۳۴)

"اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے عیسیٰ تو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہ تاکہ تجھے پہچان کر ازیت نہ دی جائے۔" (کنزالعمال جلد ۳ حدیث نمبر ۵۹۵۵۔ موسہ الرسالہ بیروت سنہ ۱۹۷۹ء)

(جاری ہے)

حوالہ جات

۱۔ "مسیح ہندوستان میں" حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام مسیح موعود و مہدی معہود روحانی خزائن جلد ۱۵ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ پاکستان۔ طبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ

۲۔ ابن منظور۔ لسان العرب۔ مطبع بولاق۔ **الموسسہ المصریہ العامہ۔ الدار المصریہ للتالیف والترجمہ**

۳۔ تاج العروس فی شرح القاموس ۱۱۹۲ ہجری۔ شائع شدہ مصر

۴۔ علامہ باقر مجلسی۔ بحار الانوار۔ جلد ۱۴۔ داراحیا التراث العربی۔ بیروت۔ لبنان۔ ۱۹۸۳ء بار سوم

۵۔ **معالم التنزیل** ابی محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی ۵۱۰ ہجری۔ مطبوعہ **دار الفکر**۔ بیروت لبنان۔ جلد اول۔ ۱۹۸۵ء

۶۔ علامہ فخر الدین رازی۔ تفسیر کبیر ۱۳۵۵ ہجری۔ طبع اول۔ مطبع **الخیریہ بعمالیہ مصر**

۷۔ **بدایہ والنہایہ** جلد دوم۔ ابوالفداء حافظ ابن کثیر (۷۷۳ھ) مکتبہ المعارف۔ بیروت۔ طبع اول ۱۹۶۶ء)

۸۔ ابن خلدون۔ تاریخ ابن خلدون۔ جلد دوم (عربی)

The lost book of the Bible pp.77 Gospel of Nicodemus CHAP.X1 1926 _ New York The World Publishing Company Cleneland, Ohio, New York City. Edited by Rutherford H. Platt, Jr.

نصاب مرکزی امتحانات 1998ء مجلس انصار اللہ پاکستان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔
"ایک عرصہ سے میرے دل میں یہ بات ہے اور میں سوچتا ہوں کہ اپنی جماعت کا امتحان سوالات کے ذریعہ سے لوں۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ ۴۸۰)

حضور اقدس کی اس خواہش کی تکمیل کیلئے مجلس انصار اللہ نے مرکزی امتحانات کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ سال ۱۹۸۸ء کا نصاب درج ذیل ہے۔ از راہ کرم مجلس انصار اللہ کے عہدیداران اس علمی پروگرام کو ہر ناصر تک پہنچائیں اور پھر یاددہانی اور تیاری بھی کروائی جائے۔ تا زیادہ سے زیادہ انصار اس پروگرام سے مستفیض ہوں۔ نصاب میں مقرر کردہ کتب ہر سہ ماہی میں مہیا ہو سکیں گی۔ اس بارے میں ناظمین زعماء اعلیٰ اور زعماء مجالس انصار اللہ اپنی ضرورت سے بھی مطلع فرمائیں۔

نصاب سہ ماہی اول (جنوری تا مارچ ۱۹۹۸ء) امتحان ۱۵ مارچ ۱۹۹۸ء بروز اتوار

(۱)۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ نمبر ۱۶ نصف دوم' (۲)۔ "پیارے رسولؐ کی پیاری باتیں" (از حضرت میر محمد اسحٰق صاحب) حدیث نمبر ۱ تا حدیث نمبر ۲۵۰)' (۳)۔ "لیکچر لاہور" (از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

نصاب سہ ماہی دوم (اپریل تا جون ۱۹۹۸ء) امتحان ۱۴ جون ۱۹۹۸ء بروز اتوار

(۱)۔ ترجمۃ القرآن کریم پارہ نمبر ۱۷ نصف اول' (۲)۔ پیارے رسولؐ کی پیاری باتیں (از حضرت میر محمد اسحٰق صاحب) حدیث نمبر ۲۵۱ تا ۵۰۰+۲۰)' (۳)۔ "لیکچر سیالکوٹ" (از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

نصاب سہ ماہی سوم (جولائی تا ستمبر ۱۹۹۸ء) امتحان ۱۳ ستمبر ۱۹۹۸ء بروز اتوار

(۱)۔ ترجمۃ القرآن کریم پارہ نمبر ۱۷ نصف دوم' (۲)۔ "لیکچر لدھیانہ" (از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)
(۳)۔ "ربوبیت باری تعالیٰ" (از حضرت مصلح موعود)

نصاب سہ ماہی چہارم (اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء) امتحان ۱۳ ستمبر ۱۹۹۸ء بروز اتوار

(۱)۔ ترجمۃ القرآن کریم پارہ نمبر ۱۸ نصف اول' (۲)۔ "چشمہ مسیحی" (از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)
(۳)۔ "حقیقۃ الرؤیا" (از حضرت مصلح موعود)

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان)

Monthly *Ansarullah* Rabwah

EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR

Regd. No. CPL-92 January 1998

"اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو"

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"یاد رکھو کہ قرآن کریم میں پانسو کے قریب حکم ہیں اور اُس نے تمہارے ہر یک عضو اور ہر یک قوّت اور ہر یک وضع اور ہر یک حالت اور ہر ایک عمر اور ہر یک مرتبہ فہم اور مرتبہ فطرت اور مرتبہ سلوک اور مرتبہ انفراد اور اجتماع کے لحاظ سے ایک نورانی دعوت تمہاری کی ہے سو تم اس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو اور جس قدر کھانے تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں وہ سارے کھاؤ اور سب سے فائدہ حاصل کرو۔ جو شخص ان سب حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عدالت کے دن مؤاخذہ کے لائق ہوگا۔ اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جُوا اپنی گردنوں پر اُٹھاؤ....

خدا بڑی دولت ہے اس کے پانے کے لئے مصیبتوں کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وہ بڑی مراد ہے اُس کے حاصل کرنے کے لئے جانوں کو فدا کرو۔ عزیزو! خدا تعالیٰ کے حکموں کو بے قدری سے نہ دیکھو۔ موجودہ فلسفہ کی زہر تم پر اثر نہ کرے۔ ایک بچّے کی طرح بن کر اس کے حکموں کے نیچے چلو۔ نماز پڑھو نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کُنجی ہے۔ اور جب تُو نماز کے لئے کھڑا ہو تو ایسا نہ کر کہ گویا تُو ایک رسم ادا کر رہا ہے بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہر وضو کرتے ہو ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو اور اپنے اعضاء کو غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو تب ان دونوں وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور نماز میں بہت دعا کرو اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کر لو تا تم پر رحم کیا جائے۔

سچّائی اختیار کرو سچّائی اختیار کرو کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے دل کیسے ہیں۔ کیا انسان اس کو بھی دھوکا دے سکتا ہے؟ کیا اُس کے آگے بھی مکاریاں پیش جاتی ہیں؟ نہایت بدبخت آدمی اپنے فاسقانہ افعال اس حد تک پہنچاتا ہے کہ گویا خدا نہیں۔ تب وہ بہت جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کو اس کی کچھ پروا نہیں ہوتی۔

... قرآن کریم کی تعلیمیں تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچانا چاہتی ہیں ان کی طرف کان دھرو اور ان کے موافق اپنے تئیں بناؤ۔"

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۴۸، ۵۴۹)